مُجھے اپنے دل میں رکھنا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نبیلہ ابر راجہ

نبیلہ ابر راجہ

مجھے اپنے دل میں رکھنا

ستونوں والے گول برآمدے میں گھومتے ہوئے وہ آج ہمیشہ سے زیادہ بے چین تھی ایک بے نام سی اداسی نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا تخت پہ بیٹھی سلونی دھوپ پوری حویلی میں پھیلی ہوئی تھی گرمی تو گرمی تپش سے بے نیاز کی سخت جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔

اس کی پالتو مرغیاں جامن کے گھنے پیڑ کے نیچے دھوپ سے بچ کر سر نیہوڑائے پڑی تھیں سفید رنگ کا موٹا سا کتا جس کا نام اس کے بے پناہ وزن کی وجہ سے منال نے [illegible] رکھا ہوا تھا وہ بھی حویلی کے بیرونی گیٹ سے اندر آیا تھا پیاس کی شدت سے وہ بار بار اپنی لمبی زبان باہر نکال رہا تھا منال نے اس کے کھانے پینے والے گول گہرے برتن میں ٹھنڈا پانی بھرا اور پھر واپس برآمدے میں آ گئی اس کی آنکھوں میں اب نیند اتر رہی تھی مندی مندی بند ہوتی تھکی تھکی آنکھوں کو اس نے گھڑی کے ہندسے پہ گاڑ دیا ابھی صرف تین بجے تھے۔

اس نے سامنے والے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اس کی اماں اندر عادت کے مطابق ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد سو رہی تھیں وہ بھی اپنے کمرے میں آ گئی باہر کے مقابلے میں اندر گرمی کا احساس نہ ہونے کے برابر تھا اس نے پنکھے کی رفتار کو اور بھی تیز کر دیا اور بستر پہ گر گئی چند منٹ کے بعد وہ بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔

اس کی آنکھ بہت دیر کے بعد کھلی جب اماں کے پاس سیپارہ پڑھنے والے بچے آ چکے تھے اسے عصر کی نماز قضا ہونے کا افسوس سا ہوا وہ اٹھ کر باہر آ گئی جہاں بچے زور زور سے با آواز بلند اپنا سبق دہرا رہے تھے اس نے ایک نگاہ آسمان کو دیکھا جہاں پرندوں کی ڈاریں گھر واپس جا رہی تھیں ہوا کے زور سے نیم اور جامن کے درختوں کے پتے مسلسل ہل رہے تھے زرد رو ہارا تھکا تھکا سا سورج ایک کونے میں ڈوبنے کی تیاری کر رہا تھا سفید دوپٹے کے ہالے میں اماں کا چہرہ بہت پرسکون لگ رہا تھا۔

منال نے زور دار جمائی لی اور اماں کے پاس چلی آئی جو بڑے پیار اور توجہ سے بچوں کا سبق سن رہی تھیں۔ "آج پھر بھی لمبی نیند لی تم نے عصر کی نماز بھی نکل گئی میں نے دو تین بار تمہارے کمرے کا دروازہ بجایا مگر بہت گہری نیند میں تھیں شاید" انہوں نے لمحہ بھر کے لیے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور مخصوص انداز میں سرزنش کی تو وہ بے طرح شرمندہ ہو گئی اور اسی وقت وضو کرنے چلی گئی۔

مغرب کی نماز کے ساتھ عصر کی قضا نماز ادا کر کے بھی اس کی شرمندگی کم نہ ہوئی تو وہ چھت پہ چلی گئی مگر اماں نے فوراً آواز دے کر اسے نیچے بلوا لیا۔

"منال اس وقت چھت پہ نہ جایا کرو ہر اچھی بری روح اپنے ٹھکانے پہ لوٹ رہی ہوتی ہے۔" انہوں نے اس کے سہانے روپ سے نگاہ چراتے ہوئے کہا۔ منال کے چہرے پہ بچپن اور جوانی کا حسین سنگم تھا جوانی کا ایک اپنا حسن ہوتا ہے جس میں وہ داخل ہو رہی تھی۔ وہ تو اسے نظر لگنے کے خوف سے غور سے دیکھتی بھی نہیں تھیں انہیں لگا وقت بہت تیزی

سے گزرا ہے منال نے کتنی جلدی قد کاٹھ نکال لیا تھا۔

وہ ماضی کے دھندلکوں میں کھونے لگیں انہوں نے بڑی کٹھن زندگی گزاری تھی صبر آزما طویل جدوجہد کی تھی تب کہیں جا کر آسانی نصیب ہوئی کم عمری میں شادی ہوئی اور بیس برس کی عمر میں بیوگی بھی نصیب بن گئی منال ان کے شوہر کی وفات کے

بعد پیدا ہوئی تب سے اب تک انہوں نے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مردوں کی طرح زندگی گزاری۔

شوہر کی وفات کے بعد کسی نے انہیں رنگین کپڑوں میں نہیں دیکھا ان کی بڑی بڑی غلافی آنکھیں سرمے سے محروم لب سرخی سے خالی اور بال الجھے الجھے سے نظر آتے۔ لمبے بالوں کی کس کر چٹیا بنائے

دوپٹہ ماتھے تک اوڑھے وہ ہر آرزو سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ گاؤں والے ان کے کردار کی پختگی کی بنا پر ان کی بے پناہ عزت کرتے ان کے سسر جو بڑے رعب دار زمیندار تھے انہوں نے فاطمہ پر بہت زور دیا کہ وہ ان کے چھوٹے بیٹے امجد سے شادی کر لے جو نیم پاگل سا تھا اور اصل میں گھر کی عزت گھر میں رکھنے کے قائل تھے پر فاطمہ نے اسی گھر میں رہنے کو ترجیح دے کر امجد کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا تھک ہار کر وہ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ فاطمہ کے بالوں میں چاندی کے تار چمکنے لگے اب تو ان کے سسر بھی اس دنیا میں نہیں رہے تھے وہ اس گھر میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے وہاں امجد اور صناع کے ساتھ اکیلی رہ گئی تھی۔

امجد مست الست اپنے آپ میں مگن انسان تھا زیادہ وقت گھر سے باہر رہتا گھر آتا تو صناع منتیں کر کر کے اسے کپڑے بدلنے پہ آمادہ کرتی کیونکہ اسے امجد چاچا سے بہت محبت تھی ماں کے بعد اس کا دم صناع کے لیے غنیمت تھا۔ فاطمہ کا کوئی اور بہن بھائی نہیں تھا۔ صفدر کا خاندان بھی مختصر سا تھا لے دے کر امجد ہی اب سب کچھ تھا بے شک وہ نیم پاگل تھا مگر موجود تو تھا یہی اس کی وجہ سے فاطمہ نے بھی بہت ہمت پکڑی ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

مختصر سی پگڈنڈی کے بعد طویل میدان سنسان تھا اس کے آگے دکانوں کا سلسلہ تھا سب سے پہلے قادر ٹیلر تھا اس کی دکان کے عین سامنے ساتھ زنگ آلود ٹین کے ٹکڑے پہ مٹے مٹے حروف میں "قادر ٹیلر ماسٹر" لکھا ہوا تھا اس کے بعد فوٹوشان بالی اور اس کے بعد اکرام بالی کی دکان تھی جہاں پہ چوبیس میں سے پندرہ گھنٹے میوزک بجتا رہتا تھا۔

حسب معمول چھٹی کے بعد وہ جونہی اسکول کے بعد جانا پہچانا راستہ طے کرنے لگی تو اکرام بالی کی دکان کے عین سامنے حامد کہیں سے اچانک برآمد ہو کر آ گیا

ایسا مسلسل کئی روز سے ہو رہا تھا وہ تو اب حامد سے خوفزدہ رہنے لگی تھی وہ اکرام بالی کی دکان کے باہر اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کھڑا نظر آتا جیسے ہی وہ قریب آتی ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی کر دی جاتی معنی خیز فقرے اچھالے جاتے آوازیں کسی جاتیں اشارے بازی کی جاتی۔

آج وہ اسے دکان کے باہر نظر نہیں آیا تو وہ سمجھی کہ جان چھوٹ گئی مگر وہ اچانک بوتل سے جن کی طرح حاضر ہو گیا اب تو پسینہ اس کے ہر مسام سے گویا پھوٹنے لگا وہ لڑکے اور بھی دکان کے اندر سے نکل آئے حسب عادت ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی کر دی گئی صناع نے گھبرا کر چادر کو اپنے گرد مضبوطی سے لپیٹ لیا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

آنچل ذرا سا لہرا گئی
بے چین دل [illegible] گئی

حامد بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگا اس کے دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔

"یہ تو بڑی مغرور ہیں تم سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتیں۔" حامد کا ایک دوست اسے سنانے کے لیے قصداً اونچی آواز میں بولا تو وہ ہنسنے لگا۔

جونہی چوہدری کا مکان نظر آیا حامد اور اس کے دوست وہاں پیچھے کی طرف لوٹ گئے صناع نے گھر پہنچتے ہی بستہ ایک طرف رکھا اور چارپائی پہ گر سی گئی۔

اماں اندر تھیں ورنہ وہ اس کا پھولتا چہرا اور پیلا پڑتا رنگ دیکھ کر پریشان ہو جاتیں کچھ دیر وہ یونہی پڑی رہی پھر اٹھ کر نہا لی اماں ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آئیں اور روزانہ کی طرح خود اس کے لیے کھانا لائیں آج پلاؤ کے ساتھ اس کی پسندیدہ املی پودینے کی چٹنی بھی تھی دال چاول اس کے علاوہ تھے مگر اس نے بے دلی کے ساتھ چند لقمے زہر مار کیے اور برتن ایک طرف کر دیے۔ اب کیا ہو گا بس یہی ایک سوال اس کے ذہن میں چکرا رہا تھا اسے حامد کی خود میں دلچسپی ذرا بھی اچھی نہیں لگی اگر اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی کیونکہ حامد اثر و رسوخ والا

صورت شکل میں اچھا اور دل موہ لینے کا فن جاننے والا تھا مگر وہ اس سے بالکل متاثر نہیں ہوئی فاطمہ نے اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد اس کے کانوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تم عزت والے باپ کی بیٹی ہو کہیں میرا سر نہ جھکانا۔

منال عمر کے ایسے دور میں تھی جہاں ہر چمکتی چیز آنکھوں کو بھلی لگتی ہے ہر نئے جذبے کی تیز جولانی کی آنچوں میں گم ہو جاتی ہے وہ بھی عمر کے اسی حصے سے گزر رہی تھی جو بہاروں کی آمد میں شمار ہوتا ہے۔ منال کی ایک عادت تھی کہ وہ جلدی کسی سے قریب نہیں ہوتی تھی اسکول میں بھی اس کی کوئی ایسی سہیلی نہیں تھی جسے رازدار اور بہترین دوست کہلانے کا حق حاصل ہو محلے میں بھی وہ کسی کے گھر نہیں جاتی تھی فاطمہ نے اس کی پرورش ہی اس انداز میں کی تھی کہ وہ اپنے آپ سے باہر نہیں نکلتی تھی اماں کے بعد تنہائی سے بہترین رفیق محسوس ہوئی۔ حامد کی حرکتوں نے اسے عاجز کر کے رکھ دیا تھا اماں سے بھی وہ اس موضوع پہ بات کرنے کی ہمت نہیں پاتی تھی اب خود ہی اندر اندر گھل رہی تھی بے چینی اور پریشانی اس کے چہرے سے صاف محسوس کی جا سکتی تھی اس کا چہرہ تو کھلی کتاب کی مانند تھا ایک ایک لفظ صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

* * *

"یار حامد چھٹیاں ختم ہونے کو ہیں اور تم ابھی تک اس لڑکی کو نہیں پٹا سکے ہو۔" رستم نے اسے کہا غیرت دلائی تو سجاد نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کچھ شکار بہت زیادہ بھگاتے ہیں اتنا کہ بندے کو تھکا دیتے ہیں مگر ایسے مشکل شکار کو کھانے کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔" حامد نے اپنی ایک آنکھ دبا کر کہا

"ویسے حامد تمہارا یہ نیا شکار ابھی پوری طرح جوان نہیں ہوا ہے۔"

"رنگ برنگ کے پھولوں کو مسلا ہے اب اس کا رس پی کے دیکھنا چاہتا ہوں کھلتی ہوئی کلی کیسی ہوتی ہے اس کی خوشبو کیسی ہوتی ہے تم نے کبھی گلاب کے پودوں کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو یہ بات بھی علم میں ہوگی کہ ان کی سر سبز ٹہنیوں پہ کچی ننھی کلیاں کتنی بھلی اور پیاری لگتی ہیں میں اب بھی کیاریوں میں سے اکثر کلیاں توڑ کر پھینک دیتا ہوں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس عمل سے مجھے کتنی سرشاری محسوس ہوتی ہے" بولتے بولتے اس کا لہجہ بہکنے لگا تو وہ اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ حد نظر سینکڑوں ایکڑ پہ پھیلی ان کی جاگیر دکھائی دے رہی تھی وہ کچھ دیر وہیں کھڑا باہر جھومتے درختوں کے پتوں کو دیکھتا رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر پلٹ گیا۔

"یار حامد میں تو چیٹنگ سے بھی تنگ آ گیا ہوں زیادہ تر آن لائن لڑکے ہوتے ہیں جو لڑکیاں بن کر ہمیں ہی دھوکہ دیتے ہیں سوچا تھا تمہارے گاؤں آ کر خوب انجوائے کریں گے مگر یہاں تو۔۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہی بات ادھوری چھوڑ دی مگر حامد سجاد کی اس ادھوری بات کا مطلب جان گیا۔

"چلو کیا یاد کرو گے کس رئیس زمین کے ڈیرے پہ آج رات تمہاری انجوائے منٹ کا مکمل سامان مہیا کر دوں گا۔" حامد نے سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بس ذرا بابا جان کی طرف سے تھوڑی پریشانی ہے ویسے تو اپنی جوانی میں وہ خود بھی کوئی زاہد خشک نہیں رہے مگر تمہیں پتہ ہے بس آج کل کے بابا ہیں گا۔ میرے وہ واقعات ان کے کانوں تک پہنچے ہیں مگر انہوں نے کہا کچھ نہیں خاموشی برقرار ہے ابھی تک اس لیے میرا اندازہ ہے کہ فی الحال وہ میرے لیے کوئی پریشانی نہیں پیدا کریں گے۔"

"ہاں تم سے میں پوری طرح متفق ہوں ہمارا ابھی انجوائے کرنے کا زمانہ ہے خوشیاں کشید کرنے کا حق ہے یہ گولڈن پیریڈ پھر کہاں آئے گا بڑھاپے میں تو ہم ایسا کرنے سے رہے۔" رستم پرجوش آواز میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

* * *

آج حامد اپنی مخصوص جگہ پہ اسے نظر نہیں آیا تو اس کے سینے سے ایک سکون بھری سانس خارج ہوئی وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتی بکریوں والے کنویں کے پاس پہنچی تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا حامد آگے کنویں کی منڈیر پہ بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ مونچھوں کو تاؤ دیتا واپسی کے راستے میں حائل ہو گیا۔

"تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو اتنی اچھی کہ حویلی کی زینت بنانے کو جی چاہتا ہے۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ مخمور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ابھی میرے گھر تو میں بڑی اماں کل تمہاری اماں کا ذکر کر رہی تھیں کہ کتنی دنوں سے انہیں نہیں دیکھا ہے ملک وقار کی شادی بھی طے ہو گئی ہے سب گاؤں والوں کو بلایا ہے تمہارا دعوت نامہ بھی ہے ضرور آنا میں انتظار کروں گا اگر تم چاہو تو میں تمہیں گاؤں سے باہر گھمانے لے جاؤں فلم دکھاؤں گا۔" آج تو حامد کا لہجہ انداز دونوں ہی بدلے ہوئے تھے دارے غصے فقط کے اس کی جرات پہ منال کے گال سرخ ہو کر رہ گئے۔

"ہٹیے میرے راستے سے" اس کا لہجہ اعتماد سے عاری تھا۔

"صرف ایک بار کہیں سکون سے مل لینا پھر تمہیں پریشان نہیں کروں گا وعدہ کرو ملو گی ناں پھر یوں نہیں ہوگا صرف تمہیں دیکھنے کے لیے آج دوپہر سے اٹھتا ہوں دوپہر میں خوار ہوتا ہوں" حامد کا انداز ایسا تھا کہ منال کا دل تذبذب میں پڑ گیا۔

"ایک بار ملوں گی بس۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا سر اثبات میں ہل گیا حامد اس کے راستے سے ہٹ گیا منال کو جاتے دیکھ کر اس کے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

آج اسے بالکل بھوک نہیں تھی اماں سے نظر بچا کر برتن چولہے کے پاس باورچی خانے میں رکھ آئی۔ گزشتہ واقعات ایک ایک کر کے اس کے ذہن میں آ رہے تھے کچھ سوال دل و دماغ کو بے قرار بے سکون کر رہے تھے اسے حامد سے ملنے کا وعدہ کرنے کے بعد احساس جرم ہو رہا تھا کہ اسے یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ حامد کھاتے پیتے با اثر خاندان کا لڑکا تھا شہر کے کالج میں زیر تعلیم تھا اسے تو ایک سے ایک خوب صورت لڑکی مل سکتی تھی پھر اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا یہ بات اسے الجھن میں ڈال رہی تھی اور کسی گڑبڑ کا اشارہ کر رہی تھی۔ یہی چیز اس کے ذہن کو پریشان کر رہی تھی وہ آخر کیا کرے کس کو بتائے کہ اس کے سینے سے بوجھ ہٹ جائے۔

"اماں ٹھیک ہے اماں کے سوا میرا کون ہے میں انہیں سب کچھ بتا دوں گی وہ خود معاملے کو سنبھال لیں گی۔" وہ خود سے بول رہی تھی۔ بھرائی ہوئی آواز لرزتے روتے ہوئے لہجے میں اس نے سارا واقعہ اماں کے گوش گزار کر دیا۔ خاموشی سے ہمہ تن گوش رہیں گفتگو کے بیچ میں بار بار اس کے چہرے کا جائزہ لے کر اس کی سچائی کو جانچتی رہیں منال اب خاموش ہو گئی تھی وہ سر جھکائے کسی سوچ میں الجھی رہیں پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں چادر اوڑھ کر وہ حویلی چلی گئیں۔

حویلی والے یوں تو ان کی بہت عزت کرتے تھے مگر بگڑے بیٹے کے بارے میں کوئی سچ کیسے برداشت کر سکتے تھے بڑے ملک صاحب غصے میں آ گئے۔

"حامد ایسا جوان نہیں ہے چلو مان لیتے ہیں اگر موج مستی میں آ کر اس نے کوئی ایسی ویسی شرارت کر بھی دی ہے تو کیا ہوا اس عمر میں سب ایسی شرارتیں کرتے ہیں پھر حامد جو اتنا آگے بڑھا تو اس میں تمہاری بیٹی کی مرضی بھی شامل ہو گی عورت اگر ٹھیک ہو تو مرد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا برائی حامد میں نہیں بلکہ تمہاری ہے۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی مگر ان کا مطلب بخوبی سمجھ گئیں وہ غم و غصے کے عالم میں وہاں سے نکلیں سارا الزام ان کی معصوم بچی کے سر آیا تھا وہ کیسے مان لیتیں کہ منال قصوروار ہے انہوں نے تو اسے زمانے کی ہوا تک سے بھی بچا کر رکھا تھا جو عزت برسوں سے انہوں نے سنبھال سنبھال کر رکھی تھی وہ جھولی میں تار تار ہو کر رہ گئی تھی اگر منال قصوروار ہوتی تو ہر گز انہیں اس قصے کی ہوا نہ لگنے دیتی۔

خلاف توقع امجد آج گھر پر ہی تھا اور منتاج اس کے آگے کھانا رکھ رہی تھی لیکن اب بھی اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے ایسے ہی آنسو فاطمہ کی آنکھوں میں بھی تھے امجد کھانا چھوڑ کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ فاطمہ نے بے اختیار منتاج کو چمٹا لیا اس کا نازک سا وجود ہولے ہولے ہل رہا تھا۔

"وہ کہتے ہیں تمہاری بیٹی ٹھیک نہیں ہے اس کی مرضی سے حامد میں اتنی ہمت آئی ہے بھلا میری منتاج ایسی کیسے ہو سکتی ہے۔ مجھے کیا ضرورت تھی ان کے پاس جانے کی نورین کا انجام سامنے ہے اس کے ماں باپ بھی حامد کی شکایت لے کر گئے تھے جس کے نتیجے میں انہوں نے ملکوں کی پوری پوری سزا بھگتی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گاؤں بدر ہونا پڑا بدنامی الگ ہوئی پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔" فاطمہ بہت عرصے بعد یوں رو رہی تھیں امجد کے ذہن میں فاطمہ کے جملے نقش ہو کر رہ گئے وہ خود بار بار دہرانے لگا۔

"بھلا میری منتاج ایسی کیسے ہو سکتی ہے۔" اس نے خود سے گویا سوال کیا اس عالم میں وہ کہیں سے بھی پاگل نہیں لگ رہا تھا پاگل امجد حویلی روانہ ہو گیا اب حامد کی بدقسمتی کہ داخلی دروازے کے باہر حامد اپنے دو دوستوں کے ساتھ وہاں کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ امجد اندھا دھند اس پہ پل پڑا "میری منتاج ایسی کیسے ہو سکتی ہے" اسے رگیدتے ہوئے بس ایک ہی جملہ وہ دہرا رہا تھا اس عالم میں اس میں بے پناہ طاقت آ گئی تھی۔ حامد اس ناگہانی سناٹے میں آ گیا اس کے دوست ششدر تھے لمحے میں لوگوں نے شور مچایا کہ پاگل امجد حامد پہ حملہ آور ہو گیا ہے حامد کی ماں اور بہنیں بھاگتی ہوئی گیٹ پہ آ گئیں چوہدری منصور کے کانوں تک بھی شور پہنچا تو ان کا جلالی خون جوش میں آ گیا ایک معمولی نوکر کے ہاتھ ان کے بیٹے کے گریبان تک کیسے پہنچے ایک پاگل کی یہ جرات کہ ان کے اعلیٰ خون کو یوں بے عزت کرے انہوں نے دیوار کے ساتھ لٹکی اپنی رائفل اتاری جو پہلے ہی لوڈ تھی۔ ادھر حامد اب اس ناگہانی افتاد سے سنبھل چکا تھا اس وقت امجد اس کے دوستوں کی ٹھوکروں پہ تھا لہولہان امجد کے ساتھ باقی کسر ملک منصور کی چلائی گولی نے پوری کر دی تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا تو ملک صاحب نے حکم دیا کہ اسے اس کے گھر چھوڑ آؤ۔ اس کی لاش گھر پہنچنے سے پہلے اس کی موت کی خبر فاطمہ تک پہنچ گئی۔ منتاج الگ ایک کونے میں ڈری سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ فاطمہ کا کلیجہ امجد کی لاش کو دیکھ کر شق ہو گیا تھا اگر انہیں علم ہو جاتا کہ ان کی زبان سے نکلے ایک جملے کے زیر اثر امجد یہ کر گزرے گا اور اتنی بے دردی سے مارا جائے گا تو وہ کبھی یہ لفظ زبان سے نہ نکالتیں مگر اب کیا ہو سکتا تھا جس امجد کو وہ زندگی بھر نیم پاگل تصور کرتی رہیں نہ جانے کس پہ گئے تھے وہ جنوں سے لڑ کے بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لوگ ان کے گھر جمع ہونا شروع ہو گئے سب ہی اس المناک موت سے خوفزدہ تھے امجد ایک بے ضرر بندہ تھا کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی وہ اللہ لوک مست ملنگ سا آدمی تھا اپنے آپ میں مگن رہتا اس کا یوں بے دردی سے مارا جانا ان سب سے برداشت نہیں ہو رہا تھا سب اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے بڑے ملک کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گئے فاطمہ کے پاس آ کر رک گئے۔

"مجھے امجد کی موت پہ بہت افسوس ہے۔" الفاظ کے برعکس لہجے میں افسوس کا کوئی شائبہ نہ تھا۔

"یہ اپنی غلطی سے مارا گیا ہے بھلا اسے ملک حامد پہ ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی خود چیونٹی کی طرح مر گیا اب اس بات کو بھول جاؤ اس میں تمہاری ہی بہتری ہے خاص طور پہ تمہاری بیٹی کا سب نام تو ہو ہی چکا ہے جینا بھی مشکل ہو جائے گا لوگ گلی گلی میں تمہاری عزت اچھالیں گے یہ کچھ پیسے رکھ لو امجد کے کفن دفن کے کام آئیں گے۔" انہوں نے بھرے نوٹوں کی گڈی فاطمہ کی طرف پھینک دینے کے انداز میں بڑھائی مگر انہوں نے رقم لینے کے لیے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے تو ملک مختار نے روپے وہیں ان کے پاس رکھے اور رخصت ہو گئے۔ ملکوں کے گھر کی عورتیں بھی تعزیت کے لیے گئی تھیں۔

"ہاں بھئی صناع کی وجہ سے امجد مارا گیا سنا ہے کہ امجد نے صناع کو چوہدری حامد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا تبھی تو بات اتنی بڑھ گئی کہ امجد نے حملہ کر دیا ہوگا اسے مار کر صناع کو بھی مارنا چاہتا تھا اللہ لوک تھا تو کیا ہوا بے غیرت تو نہیں تھا اس بے غیرتی و بے شرمی کی وجہ سے ہی اس بھولے بھالے کو بھی جوش آ گیا تبھی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اب اس فاطمہ کو دیکھو شوہر کے مرنے کے بعد پھونک پھونک کر زندگی گزاری اور بچی نے موقع ملتے ہی چاند چڑھا دیا ایسی بچی خدا کسی کو بھی نہ دے توبہ توبہ" عورتیں اپنے اپنے انداز میں نمک مرچ لگا کر اس واقعے کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی تھیں۔ بس جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں تھیں صناع کا رو رو کر گلا بیٹھ گیا تھا جبکہ فاطمہ بالکل چپ تھیں اگلی صبح امجد کی تدفین ہو گئی۔

* * *

"تمہارے امتحان کب ہیں۔" فاطمہ نے دودھ دوہتے ہوئے چارپائی پر بیٹھی سوچوں میں مستغرق صناع سے پوچھا تو وہ چونک گئی فاطمہ سوال کرنے کے بعد دوبارہ بھینس کے تھنوں کی طرف متوجہ ہو گئیں اور تھنوں سے دودھ نکالنے لگیں گرم گرم تازہ دودھ کی دھار بالٹی میں گرتی تو شڑاپ کی عجیب آواز آتی۔ امجد کی وفات کے بعد دونوں میں بات چیت تقریباً بند تھی دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہتیں آج بہت دنوں کے بعد یہ پہلی بات تھی جو فاطمہ نے اس سے کی تھی۔

"اماں میرا جی نہیں چاہتا اسکول جانے کو۔ لڑکیاں عجیب عجیب باتیں کرتی ہیں میری طرف اشارے کر کے ہنستی ہیں جیسے میں ان سے الگ ہوں ان کی نگاہیں الزامات کے پتھر پھینکتی ہیں میں کیسے جاؤں امتحان دینے۔" آنسوؤں کا لاوا پھوٹ نکلا وہ سسک اٹھی۔

"بس یہ امتحان دے لو بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" وہ بے تاثر انداز میں بولیں اور دودھ کی بالٹی اٹھا کر اندر چلی گئیں۔ تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا رات دونوں ماں بیٹی تھک کر چور ہو جاتیں۔ فاطمہ کو اب تو دودھ بھی خود دوہنا پڑتا کیونکہ منو کب سے گاؤں گیا ہوا تھا تقریباً "آٹھ" ماہ ہو گئے تھے وہ ابھی تک نہیں لوٹا تھا نہ اس کی کوئی خیر خبر تھی وہی بھینسوں کی دیکھ بھال کرتا تھا انہیں چارہ ڈالنا نہلانا دودھ دوہنا مویشیوں کا باڑہ صاف کرنا پھر دودھ مقررہ جگہ پہنچانا آج کل فاطمہ پر اضافی ذمہ داری بھی آ پڑی تھی انہوں نے اپنے پڑوسی جمیل سے کسی قابل اعتبار نوکر کا بندوبست کرنے کو کہا ہوا تھا جو بھینسوں کو سنبھال سکے اس عمر میں بھی وہ خود بہت چاق و چوبند تھیں حویلی کے سارے کام ان کے ذمے تھے زمینوں کے معاملات بھی وہی دیکھتی تھیں منشی ولی محمد جب سے فوت ہوئے تھے اس کے بعد فاطمہ نے کسی نئے ملازم کا بندوبست نہیں کیا تھا اب زمینیں رہ ہی کتنی گئی تھیں جن کی وہ دیکھ بھال نہیں کر سکتی تھیں منشی ولی محمد کی بھی انہیں ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ شوہر کے زمانے سے ہی وہ ان کے ملازم تھے اس لیے وہ اپنی وضع داری کی وجہ سے خاموش تھیں۔ چونکہ زمینیں زیادہ تر با اثر لوگوں کے قبضے میں جا چکی تھیں انہوں نے قانونی کارروائی کی کوشش کی مگر یہاں بھی شنوائی نہیں ہوئی تو تھک ہار کر وہ خاموش ہو گئیں اب گھر کا خرچ اور صناع کی تعلیم زمینوں سے ہونے والی آمدنی کی وجہ سے چل رہی تھی۔ فاطمہ بہت خود دار تھیں کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا کسی تکلیف کے باوجود کسی کو اپنے اندر کی خبر نہیں ہونے دی صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارا۔ وہ صناع کو بہت زیادہ پڑھانا چاہتی تھیں انہیں سفید کوٹ میں ملبوس لیڈی ڈاکٹر بہت اچھی لگتی تھی وہ چاہتی تھیں صناع بھی پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بن جائے تاکہ وہ سکون کی زندگی جو تھوڑی ہی رہ گئی ہے جی سکیں صناع بھی دل لگا کر پڑھ رہی تھی کہ یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا وہ بہت بے دلی کے ساتھ اسکول جاتی تھی میٹرک کے امتحانات میں تھوڑا ہی عرصہ رہتا تھا مگر اب تو اس کا پڑھنے میں دل ہی نہیں لگتا تھا لڑکیوں کی باتوں کی وجہ سے اسے رونا آتا تھا آج اس نے فاطمہ کو پہلی بار یہ بات بتائی تھی وہ بھی ایسی ہی اڑتی اڑتی خبریں سن چکی تھیں مگر کسی کہنے والے کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔

اگلے سال حامد نے انتخابات میں حصہ لینا تھا آج

کل میں اس کے امتحان ہونے والے تھے اگلے سال ڈگری کے ساتھ اس نے الیکشن کے میدان میں اترنا تھا۔ ذاتی طور پر اسے سیاست میں حصہ لینے کا شوق نہیں تھا مگر اس کے دادا اور والد زبردستی اسے مجبور کر رہے تھے مگر اس کے ارادے کچھ اور ہی تھے جس کی ہوا ابھی تک اس نے کسی کو نہیں لگنے دی تھی۔ امجد کے چالیسویں پہ فاطمہ نے اپنی واحد رشتے دار جو ان کی خالہ زاد تھیں کو امجد کی موت کا بتایا تو بہت خفا ہوئیں اور اسی وقت اپنے شوہر کے ساتھ آنے کے لیے تیار ہو گئیں۔

فاخرہ، فاطمہ کی خالہ زاد بہن تھیں ان کی شادی ایک کھاتے پیتے مالدار گھرانے میں ہوئی تھی شادی کے بعد فاخرہ شوہر کے ساتھ راولپنڈی میں مقیم تھیں ابراہیم سرکاری نوکری کرتے تھے ساتھ ہی چلتا ہوا کاروبار کا شوروم تھا۔ خدا نے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں دی ہوئی تھیں بیٹا اسماعیل ڈاکٹر تھا جبکہ بڑی بیٹی ارشہ بھی بھائی کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہاؤس جاب کر رہی تھی اس سے چھوٹی روشانہ سوشیالوجی میں ماسٹرز کر رہی تھی ان کا یہ چھوٹا سا گھرانہ خوشحال اور پرسکون زندگی گزار رہا تھا جو اس دور میں ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ فاخرہ کو امجد کی موت کی اطلاع ملی تو انہیں دکھ کے ساتھ غصہ بھی آیا کہ فاطمہ نے اکیلے ہی سب کچھ برداشت کر لیا اور انہیں نہیں بتایا۔ وہ جلدی سے آٹھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد کراچی ابھی پہنچی تھیں اور یہی شکوہ کر رہی تھیں کہ فاطمہ نے انہیں پوری بات بھی نہیں بتائی۔ سہمی سہمی آنکھوں والی منال کو انہوں نے گلے لگا کر پیار کیا اور اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

"کتنی بڑی ہو گئی ہے اور پیاری بھی فاطمہ تم اسے آگے ضرور پڑھانا شہر میں ایک سے ایک اچھا کالج ہے میٹرک پاس کرتے ہی تم اسے میرے پاس بھیج دینا میں خود اس کا داخلہ کراؤں گی کیوں ابراہیم؟" انہوں نے شوہر کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ارے ہاں کیوں نہیں بلکہ منال بیٹی کے کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔" انہوں نے پاس بیٹھی منال کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو فاطمہ کو اپنی مشکل اور بھی آسان ہوتی محسوس ہوئی۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ میٹرک پاس کرتے ہی تمہارے پاس شہر بھیج دوں گی تاکہ پڑھ لکھ کر اپنے پاؤں پہ کھڑی ہو جائے۔" ابراہیم نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ فاخرہ اور ابراہیم کے لیے انہوں نے بڑے کمرے میں بستر لگوایا پلنگ پہ نئی کڑھائی والی چادر بچھائی اور اس کے ساتھ کا تکیہ رکھا۔ رات کے کھانے میں بھی چکن کڑاہی اور ساتھ یخنی والے چاول تیار کیے منال نے ضد کرنے کے باوجود ان کا ہاتھ بٹایا اور میٹھے میں دودھ والی سویاں بنائیں۔ اماں کی اس عمر میں بھی کام کاج کی عادت اسے برداشت نہیں ہوتی تھی وہ ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی مگر وہ اسے کسی کام کو بھی ہاتھ نہ لگانے دیتیں۔ "بہتر ہے صرف پڑھائی پہ دھیان دو تمہارے ابا کی روح خوش ہوگی۔" فاطمہ کی قبل از وقت بوڑھی آنکھوں میں امیدوں کے جگنو سے جگمگانے لگتے۔

☼ ☼ ☼

"ابراہیم آپ نے میری بات کا برا تو نہیں منایا جو میں نے فاطمہ سے منال کے بارے میں کی۔" فاخرہ ان سے دھیمی آواز میں مخاطب ہوئیں تو وہ حیران سے ہو گئے۔

"ارے کون سی بات۔"

"وہی کہ میٹرک کے بعد منال ہمارے ہاں آ جائے اور کالج میں داخلہ لے آپ انکار مت کیجئے گا فاطمہ میری خالہ زاد ہے اس دنیا میں میری آپ کے بعد واحد رشتے دار اور منال اس کی بیٹی ہے لائق اور پڑھائی کی شوقین ہے۔"

"بیگم کیسی باتیں کر رہی ہو جیسے میں اور تم کوئی غیر ہیں تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھے برا لگے گا یا میں انکار کروں گا ارشہ اور روشانہ میری بیٹیاں ہیں اسی طرح

مناع بھی میرے لیے بیٹیوں کی طرح ہے۔ اس کے سر پہ تو باپ کا سایہ بھی نہیں ہے میرے لیے تو یہ فخر کی بات ہے کہ مناع کے سر پہ ہاتھ رکھوں۔" وہ بڑے نرم لہجے میں بولے تو فاخرہ کے سارے اندیشے جو بے بنیاد تھے از خود ہو گئے۔

* * *

حامد دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے مسلسل ٹہل رہا تھا رستم اور سجاد اس کی لیفٹ رائیٹ سے تنگ آ گئے تھے آج کل ان کے سالانہ امتحان ہو رہے تھے پڑھائی خاک ہو رہی تھی امتحان کا غم غلط کرنے کے لیے دوسری سرگرمیوں پہ زور تھا۔ "دیکھنا رستم میں اس لڑکی کو چھوڑوں گا نہیں اس سے وہ کچھ کروں گا کہ یاد کرے گی کب تک مجھ سے بچے گی بھی نہ۔ کبھی ہاتھ تو آئے گی اسے گھر سے اٹھوانا میرے لیے مسئلہ نہیں ہے بس ذرا یہ امجد والا معاملہ دب جائے پھر اس مناع کی منائی کو دیکھیں گے۔" وہ خباثت سے ہنسا تو باقی دوست بھی مسکرانے لگے۔

"آج رات میں نے رانی جی کو بلایا ہے تم دیکھنا تو ضرور وہ تو غضب کا سراپا ہے۔" حامد نے تعریف کی تو ان کا اشتیاق دو چند ہو گیا۔

مناع کا سینٹر شہر میں تھا جو ان کے گاؤں سے کم از کم ڈھائی گھنٹے کی مسافت پہ تھا فاطمہ پریشان تھیں کہ کیسے اس مسئلے کا حل نکالیں اگر پیچھے کوئی گھر اور دیگر کاموں کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا تو انہیں اتنی فکر نہ ہوتی اب وہ ایک اکیلی جان اور سو بکھیڑے ایسے وقت میں زرینہ نے ان کی مشکل آسان کی اور کہا کہ جب تک مناع کے امتحان ختم نہیں ہو جاتے وہ ان کے گھر اور بھینسوں کی دیکھ بھال کرے گی وہ اطمینان سے مناع کو چھوڑنے اور لینے جائیں ان کی اچھی بیٹی کا بھی بھلا ہو جائے گا جو مناع کے ساتھ ہی امتحان دے رہی تھی۔ لاری اڈے پہ وہ گھنٹوں لیٹ آ کے کھڑے رہتے تھے جن کے پاس اپنی گاڑیاں تھیں ان کے لیے شہر جانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ مشکل تو مناع جیسی لڑکیوں کے لیے تھی جن کے سر پہ نہ باپ کا سایہ تھا نہ بھائی کا مان والا ہاتھ۔ پرچے کا ٹائم نو بجے تھا فاطمہ معمول سے جلدی اٹھ جاتیں تاکہ وقت پہ شہر پہنچا جا سکے۔ مناع کے تو سارے پرچے بخیر و خوبی ہو گئے تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب بس رزلٹ کا انتظار تھا اماں معمول کے کام میں مگن رہتیں اور مناع اپنی وحشت ناک سوچوں کے حصار میں مقید رہتی۔ رات سوتے ہوئے خواب میں بھی چاچا امجد کا چہرہ اسے بے چین کیے رکھتا کتنی بے دردی سے ان ظالموں نے انہیں موت کے دہانے پہنچایا تھا۔ حالانکہ چاچا امجد کتنے معصوم اور بے ضرر تھے وہ واقعی پاگل تھے جو ملک حامد پہ ہاتھ اٹھانے کی جرات کی اگر ہوش مند ہوتے تو ایسی حرکت کیوں کرتے اور نہ یوں اپنی جان سے جاتے مناع کے دل میں ظالموں کے لیے بہت غصہ تھا اماں کے سامنے اگر وہ اس کا اظہار بھی کر جاتی تو وہ اسے چپ کروا دیتیں۔

* * *

یہ گھر یہ گلیاں یہ گاؤں چھوڑنے کا تصور بھی اس کے لیے سوہان روح تھا اماں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی چیزیں رکھ لے تو وہ فاخرہ اور ابراہیم کو اطلاع کر چکی ہیں تاکہ وہ آ کر اسے لے جائیں۔ مناع کا رزلٹ آئے آج آٹھواں روز تھا اور مسلسل آٹھ روز سے وہ اسے یہی بات کہہ رہی تھیں۔ وہ شہر میں کیسے رہ پائے گی بے شک خالہ بہت پیار کرنے والی تھیں ان کی بیٹیاں بھی ان کی طرح ملنسار اور محبت کرنے والی تھیں یہی حال ابراہیم خالو کا تھا مگر وہ اماں کو چھوڑ کر کیسے جائے گی؟ آج کل یہی ایک سوال اس کے ذہن کے خانوں میں پرورش پا رہا تھا۔

ابراہیم خالو اسے خود لینے آئے تو فاطمہ نے پہلی بار امجد کی موت کی حقیقت اور حامد کے بارے میں سچائی ان کے سامنے رکھی۔ اڑتی اڑتی خبریں انہیں بھی ملی تھیں مگر وہ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے خاموش تھے اب فاطمہ نے بذات خود ان پہ اعتبار کرتے ہوئے جب یہ بات انہیں بتائی تو وہ پرسکون ہو گئے دل پہ رکھا بوجھ

سرک گیا ساتھ ان ماں بیٹی کی بے بسی انہیں غم و غصے میں مبتلا کر گئی۔

"اچھا صمد بہن تم اگر چاہو تو یہ معاملہ طاقت کے ذریعے بھی حل ہو سکتا ہے میرے دوست کا بیٹا پولیس سروس میں ہے اثر و رسوخ والا ہے میں اس سے بات کروں تو وہ گاؤں کے تھانے میں تعینات تھانیدار سے بات کرے گا تاکہ علاؤ الدین تمہیں پریشان نہ کر سکے۔"

"نہیں ابراہیم بھائی خدارا ایسا مت کریں یہ ملک خاندان والے تو قتل و غارت گری کے عادی ہیں یہاں کا تھانیدار ان کی مٹھی میں ہے میں صبر کر چکی ہوں اور سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے وہ جو کرے گا بہتر کرے گا بس علاؤ کی طرف سے پریشان تھی مگر اب جب منال آپ کے ساتھ جا رہی ہے تو مجھے یہ فکر بھی نہیں رہی ہے آپ ہر طرح سے اس کا خیال رکھنا اس کے بدلے میرے پاس آپ کے لیے دعائیں ہیں۔" وہ احسان مندی کے جذبات سے مغلوب تھیں۔

شہر تک کا فاصلہ منال نے روتی آنکھوں اور دکھے دل کے ساتھ طے کیا۔ سب بہت اچھے طریقے سے ملے تاکہ اسے اجنبیت کا احساس نہ ہو۔

روشانہ نے کالج میں داخلے کے وقت اس کی بڑی مدد کی۔ داخلہ فارم پر کرنے سے لے کر فیس جمع کروانے تک وہ اس کے ساتھ رہی۔ روشانہ نے ہی اس کے لیے گھر سے قریب تر کالج چنا جو پڑھائی کے میدان میں اپنا ایک معیار رکھتا تھا۔ مضامین منتخب کرنے میں بھی روشانہ نے اس کی مدد کی۔ جس روز کالج میں اس کا فرسٹ ڈے تھا روشانہ اس کے ساتھ گئی تاکہ اس کی جھجک کم ہو سکے اور وہ سینئرز کی شرارتوں سے بھی محفوظ رہ سکے۔

* * *

آج چھٹی تھی تمام افراد خانہ گھر پہ ہی تھے منال بھی آج دیر سے سو کر اٹھی تھی اتوار والے دن کوئی بھی دس بجے سے پہلے نہیں اٹھتا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ بھی کچن میں آ گئی جہاں ناشتہ بنا رہی تھیں خالہ فاخرہ انہیں ناشتے کے بارے میں ہدایات دے رہی تھیں۔ "تم چلی جاؤ ڈائننگ ہال میں سب وہیں ہیں۔" اسے کھپتے دیکھ کر انہوں نے محبت سے ٹوکا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔ اماں کی طرح خالہ فاخرہ بھی اسے کسی کام کو نہیں لگنے دیتی تھیں اسماعیل اور اریشہ اس کا بالکل کسی بڑے بھائی بہن کی طرح خیال رکھتے روشانہ تو اسے بہت چاہتی تھی۔ اسماعیل اور اریشہ کے برعکس وہ خاصی باتونی اور زندہ دل تھی اس لیے منال بھی اسے بہت پسند کرتی تھی۔ یہاں آنے کے بعد وہ ہر ممکن طور پر اسے خوش رکھنے کی کوششیں کرتی تاکہ وہ خود کو غیر نہ سمجھے اور اس کی کوششوں کی بدولت ہی منال بہت جلدی یہاں ایڈجسٹ ہو گئی تھی اب وہ سب کے ساتھ گھل مل رہی تھی تکلف کا خول ٹوٹ رہا تھا گھر والے بھی روشانہ اسے ساتھ ملائے رکھنے کے لیے بیٹھ کے سکھاتی آج کل وہ منال کو چائنیز بنانا سکھا رہی تھی ہر اتوار کو وہ اسے ایک نئی ڈش سکھاتی اس پنڈی میں اس کے تین ماہ گزر گئے اب فرسٹ ٹرم امتحان ہونے والے تھے وہ زیادہ وقت پڑھنے میں رہتی روشانہ ہنستی کہ "تم نے تو انہیں سالانہ تصور کر لیا ہے جو یوں نیندیں بھی حرام کی ہوئی ہیں" وہ بس دھیرے سے مسکرا دیتی۔ خوب دل لگا کر اس نے تمام پیپر دیے۔

کالج ایک ہفتے کے لیے بند تھا اس نے خالہ فاخرہ اماں سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے اسماعیل سے کہہ کہا۔ وہ فوراً ٹرین کے ٹکٹ لے آئے اور خود ساتھ اسے گاؤں چھوڑنے آئے اسے ڈھیروں ہدایات دے کر لوٹ گئے اگر معاملہ نہ ہوتا تو وہ بھی فاطمہ خالہ سے ملتے تھی پھر ابراہیم بھی کراچی گئے ہوئے تھے پیچھے گھر کی ذمہ داری اسماعیل پہ تھی سب اس پہ کرتے تھے۔ ان نے کبھی دیر اسے پیچھے رکھا۔ منال کو بھی سکون کا احساس ہوا یہ اس کا گاؤں اترے کہ کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور اس

نے کا دن بھی آ گیا۔ یہاں سے اسے واپس دوبارہ یہ ٹرین جانا تھا۔ فاطمہ نے نائزہ کو اس کے آنے کی اطلاع دی۔ روانگی کے وقت ہمیشہ کی طرح وہ بہت اس کی والدہ بمشکل اپنے آنسو چھپا رہی تھیں اسے خود اسٹیشن پہ چھوڑنے آئیں اور ٹرین روانہ ہونے تک کچھ پڑھ پڑھ کر اس پہ دم کرتی رہیں۔ مناع اب تک وہ نظر آتی رہیں وہ ہاتھ ہلاتی رہی آہستہ ستہ ٹرین سب جانے پہچانے مناظر اور چہروں کو پیچھے نے لگی۔

اگلے اسٹیشن سے ایک پیاری سی لڑکی اس کی یک ننھی اس کی گود میں کمبل میں لپٹا ہوا بچہ بھی پنے اپنے حلیے اور سراپے سے وہ ہر گز ایک بچے کی ماں نہیں لگ رہی تھی۔ مناع سے وہ خود ہی بے تکلف ہو گئی کیونکہ بوگی میں موجود دوسری دو لڑکیوں نے اسے خاص لفٹ نہیں کرائی۔ چند ہی منٹ میں وہ لڑکی مناع سے اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکی تھی اپنے بارے میں کچھ پوچھنے کا اس نے موقع ہی نہیں دیا خود مناع میں بھی یہ خوبی نہیں تھی کہ وہ دوسروں سے ان کے بارے میں کچھ معلوم کر سکے بات بڑھتی ——— تھی مناع جیسے ہی اس سے نام پوچھنے کی کوشش کرتی وہ لڑکی کوئی اور قصہ چھیڑتی۔ وہ یہ سوچ کر خاموش رہی کہ چھ سات گھنٹے کا یہ سفر ہم سفر کی بدولت اچھا کٹ جائے گا۔ اگلے اسٹیشن پہ ٹرین رکی تو لڑکی اسے اپنے سامان کا دھیان رکھنے کا کہہ کر خود نیچے اتر گئی وہ کہہ رہی تھی مجھے بھوک لگ رہی ہے کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔ ٹرین رکتے ہی چند اور مسافر بھی ان کی بوگی میں چڑھ آئے۔ مناع نے لڑکی کا ہینڈ بیگ اپنے قریب گھسیٹ لیا جس کی زپ کھلی ہوئی تھی اندر سے فیڈر اور چند چیزیں جھانک رہی تھیں اس نے لڑکی کی لاپروائی پہ افسوس کرتے ہوئے بیگ کی زپ بند کر دی۔

اسی طرح دو منٹ گزر گئے مناع نے یونہی کھڑکی سے باہر جھانکا یہ نسبتاً بڑا اسٹیشن تھا ٹھیلوں اور ریڑھیوں پہ ئے خورد و نوش فروخت ہو رہی تھیں۔ دائیں طرف ہوٹلوں کے ساتھ بسوں کا اڈا اور ٹیکسی اسٹینڈ تھا جو دور سے بھی نظر آ رہے تھے مگر اس کی ہم سفر کہیں بھی دکھائی نہ دے رہی تھی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی مناع نے ایک بار پھر کھڑکی سے سر نکال کر دیکھا جانے اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان۔ مناع کو تو اس کا نام تک پوچھنے کا موقع نہ ملا خود اپنے بارے میں ہی بتاتی رہی۔ ٹرین یہاں صرف چند منٹ کے لیے رکتی تھی مگر اب کچھ گھنٹہ ہو چلا تھا ٹرین ہنوز رکی ہوئی تھی ابھی تک وہ لڑکی بھی نہیں لوٹی تھی اب اس کے ساتھ کے تمام مسافر باہر جھانک رہے تھے کچھ نیچے اتر گئے تھے تاکہ ٹرین کی روانگی میں تاخیر کا سبب معلوم کر سکیں۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے دائیں طرف سے جیپیں نمودار ہوئیں ٹرین کا سارا عملہ باہر نکل گیا۔ میگا فون پہ اعلان ہوا کہ ٹرین کے سب مسافر ٹرین کے اندر ہی اپنی اپنی جگہ موجود رہیں اگر کسی نے فرار کی کوشش کی تو نتائج کا ذمہ دار خود ہو گا ہر طرف پولیس ہی پولیس پھیلی ہوئی تھی ان کی اتنی نفری کی موجودگی میں کوئی پاگل ہی بھاگنے کی حماقت کر سکتا تھا مناع کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اس نے بے خیالی میں پاس پڑا ہینڈ بیگ اپنی گود میں رکھ لیا وہ اس کی مالک کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جبکہ باقی تمام مسافر متفکر اور متجسس تھے اتنے میں دو اسمارٹ سے نوجوان ان کے کمپارٹمنٹ میں گھس آئے ایک جو دروازے میں کھڑا رہا جبکہ دوسرا اندر آ گیا مسافروں کے سامان کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا مناع ان کے تلاشی کے انداز سے خائف ہی ہو گئی۔ وہ سوٹ کیس کور اور ٹفن باسکٹ تک کو کھول رہے تھے پھر جیسے ہی اس کی نگاہ مناع کے گود میں رکھے ہینڈ بیگ پہ پڑی وہ تیزی سے اس پہ جھپٹا پل بھر میں بیگ کا سارا سامان باہر تھا اسے جو کچھ چاہیے تھا مل چکا تھا۔

"انسپکٹر رؤف چوکی اپ۔ بم برآمد ہو چکا ہے فوراً اسے بم ڈسپوزل عملے کے پاس لے جاؤ وقت کم ہے میں ان لڑکیوں کو لے کر آتا ہوں۔" تمام مسافروں میں خوف کی لہر دوڑ گئی جبکہ مناع کے ہاتھوں کے طوطے ہی

اڑ گئے اس پیچیدہ صورتحال نے اس کی عقل ہی سلب کر لی رونے اور بولنے کی کوشش میں ہلکان ہو کر رہ گئی باہر ہر طرف پولیس ہی پولیس تھی مسافر مناع کے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔

"شکل دیکھو کتنی معصوم ہے اور حرکتیں دہشت گردوں والی ہیں قرب قیامت کے آثار ہیں اب لڑکیاں بھی ان کاموں میں ملوث ہو گئی ہیں میں تو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے۔ ہم تو موت کے منہ میں جاتے جاتے بچے ہیں نہ جانے کیا حشر ہوتا ہمارا۔"

"بس اللہ نے ہی بچا لیا ہے اب چند ہی میل سے دور نہیں ہے صرف دو گھنٹے کا سفر باقی ہے شاید بم اسٹیشن پہ جا کے پھٹتا۔" کچھ مسافر مناع کی طرف اشارے کر کر کے باتیں کر رہے تھے۔ باوردی لباس میں ملبوس ایک سپاہی مناع کے پاس چوکنا انداز میں کھڑا تھا اس کی ٹانگوں نے اس کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا تھا رنگت زرد ہو چکی تھی وہ قریب المرگ شخص کی طرح تھی کہ موت کا فرشتہ اب آیا کہ تب آیا۔ ایک اور باوردی نوجوان ٹرین کے اندر آ گیا۔

"سر اس کے اور ساتھی تو فرار ہو چکے ہیں ہم کو ناکام بنایا جا چکا ہے میرے لیے کوئی اور حکم؟" وہ سول کپڑوں میں ملبوس اس نوجوان سے مخاطب تھا جس نے مناع سے ہینڈ بیگ لیا تھا۔

"اس کمپارٹمنٹ میں موجود سب مسافروں سے بیان لیں اور سب انسپکٹر خانم سے کہیں کہ پہلے اس کی تلاشی لے لیں پھر اسے میرے پاس لانا تب تک میں جائے واردات کا نقشہ تیار کرتا ہوں۔ میں خود اسے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

اس نے اپنے ماتحت کو حکم دیا اور کاغذی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔ اس خاتون پولیس نے جب اس کی تلاشی لی تو مارے شرم اور خوف کے اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اسے دوبارہ اسی سول کپڑوں میں ملبوس نوجوان کے پاس لایا گیا۔ اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں۔" مناع نے اس نازک صورتحال میں یہ سوال کیا۔ ریوالور بردار نے جواب دینے کے بجائے جیب میں ہاتھ ڈال کر سروس کارڈ نکال لیا اور اس کے سامنے کر دیا۔

"اے ایس پی زیاد بابر علی آفیسر ان چارج ایجنسی۔" وہ چبا چبا کر بولا تو مناع کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا اسے اپنا سوال احمقانہ سا لگا۔

"چلو آگے تمہارا ڈرامہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔" اے ایس پی نے اسے پستول سے ٹھوکا دیتے ہوئے چلنے کا اشارہ کیا۔

"یقین کیجئے اس معاملے کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے یہ ہینڈ بیگ میرا نہیں ہے۔ ایک دوسری لڑکی ہے وہ پچھلے اسٹیشن سے سوار ہوئی یہاں اتر گئی کھانے کے لیے کچھ لینے جا رہی تھی میرے سامان کا خیال رکھنا۔ میں اس کا انتظار کر رہی تھی اور اس کا بیگ گود میں رکھ لیا تاکہ کوئی چیز ادھر ادھر نہ ہو جائے مجھے کیا پتہ اس میں بم ہے اگر مجھے پتہ ہوتا تو اسے گود میں نہ رکھتی۔" وہ گاڑی میں بیٹھنے تک صفائی پیش کرتی رہی زیاد نے اہمیت نہیں دی اس نے وائرلیس سیٹ پہ ماتحتوں کو ہدایات دینی شروع کر دی۔ ہیڈ کانسٹیبل مناع پہ رائفل تانے بیٹھا تھا کوئی خطرناک مجرم ہو۔

"آپ لوگ الرٹ رہیں اور ٹیکسی ڈرائیورز کی بھی انویسٹی گیشن جاری رکھیں وہ دوسری لڑکی ٹیکسی میں فرار ہوئی ہو گی بم پھٹنے میں ... اتنی دیر وہ انتظار کرنے کا رسک نہیں لے سکتی ... وہ بول رہا تھا۔ مناع نے بہت دفعہ بولنے کی کوشش کی مگر اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیا گیا۔ زیاد کے وائرلیس سیٹ پہ کوئی اہم اطلاع آئی تو اس کی ساری توجہ ادھر ہو گئی دوسری طرف کوئی چونکانے والی خبر تھی۔

"میں بس ابھی آ رہا ہوں۔" باوردی ڈرائیور رش ڈرائیو کر رہا تھا۔ زیاد کو جو اطلاع ملی اس کے مطابق ٹیکسی اسٹینڈ سے باہر کچھ میٹر کے فاصلے

ہوا کہ وہ بم ٹیکسی میں پایا گیا تھا جس کے پرخچے بھی اڑ گئے تھے تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ جائے واردات تک پہنچنے سے پہلے ہی ڈائریکٹر انسپکٹر جنرل کا فون آ گیا کہ وہ دانیال اس ٹیکسی چلانے والی لڑکی سے پوچھ گچھ کرے۔ زاہد منال کو ساتھ لے کر تھانے آ گیا لیکن اطلاع اس سے پہلے ہی میڈیا تک پہنچ چکی تھی۔

"دیکھو سب کچھ صاف صاف بتا دو تم دہشت گردی کے الزام میں ملوث ہو یہ کوئی عام معاملہ نہیں ہے کہ تم کچھ دے دلا کر بچ جاؤ تمہارا وہ حشر ہو گا کہ تمہاری آنے والی نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔" اس نے دھمکایا تھا جبکہ منال مسلسل انکار کر رہی تھی کبھی اس صورت حال سے سابقہ پڑے گا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا اس کا سوچ سوچ کر برا حال ہو رہا تھا کہ اب جو بچے والا نمبر سے چنڈی نہیں پہنچی ہو گی تو والدہ کے ساتھ دیگر گھر والوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اوپر سے اسے لیڈی پولیس کانسٹیبل کے سپرد کر دیا جس کی بے حسی بھی تک رہی تھی۔

"لے جاؤ اسے نرمی سے بات نہیں سمجھے گی تو ترکیب نمبر الف۔" زاہد نے اسے لے جانے کا اشارہ کیا تو اس نے اس کی کلائی مضبوطی سے تھام لی۔

"مجھے سب پتا ہے تم لوگ ایسا کرتے ہو تمہارا کیس ہے نئی نئی لگ رہی ہو اور چلی جا رہی ہو شاباش مجھے بتا دو ورنہ اے ایس پی صاحب خود انویسٹی گیشن کریں گے وہ زاہد جیسے نہیں ہیں تمہارے جیسی مشتبہ ملزم لڑکیوں کو تو وہ کمرہ خاص میں لے جا کر اپنے طریقے سے تفتیش کرتے ہیں کمرہ خاص کا مطلب بھی سمجھتی ہو۔" فرزانہ نے اس طریقے سے کمرہ خاص کا لفظ ادا کیا کہ وہ خوف سے بے حال ہو گئی۔

"چل کیا تجھے تمہاری گھبراہٹ سے کہ اس معاملے میں اناڑی ہو اور اپنے اے ایس پی لڑکیوں کے معاملے میں بڑے بدنام ہیں اب بھی وقت ہے مان جاؤ ورنہ رات کو وہ خود لے جائیں گے۔" فرزانہ نے ڈرایا تو وہ رونے لگی۔

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے کچھ نہیں کیا ہے میں پنڈی اپنی خالہ کے پاس رہتی ہوں اپنی اماں سے ملنے آئی ہوئی تھی کہ واپسی میں وہ لڑکی میرے ساتھ ہم سفر تھی۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں پتہ کہ وہ کون تھی یا کسی دہشت گرد کے ساتھ اس کا تعلق ہے اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں اس کا بیگ اپنی گود میں کیوں رکھتی۔" اس نے اپنی طرف سے مضبوط دلیل دی تو فرزانہ چیخنے لگی۔

"پتہ نہیں تم واقعی معصوم ہو یا بن رہی ہو یہ نفسی منافرت پھیلانے والی تنظیمیں اپنے کارکنوں کے دل و دماغ میں وہ زہر انڈیلتی ہیں کہ انسان ہر حد سے گزرنے پر تیار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ موت کا سامنا کرتے ہوئے بھی کسی چیز سے نہیں گھبراتا۔"

"مگر میرا تعلق ایسی کسی تنظیم کے ساتھ نہیں ہے آپ یقین کریں۔"

"ٹھیک ہے بتاؤ اے ایس پی کے آگے تمہارا ہوش اڑ جائے گا بولنے لگے گی ہم جانتے ہیں کون کس طرح سے بول سکتا ہے اور کس سے کیا کچھ اگلوایا جا سکتا ہے صبح تک سوچ لو ابھی نہیں جانتی اپنی جوانی پہ ہی رحم کھا کے بہت نرمی سے پیش آ رہی ہوں تمہارے پاس سوچنے کے لیے تھوڑا وقت ہے سوچ لو میں پھر آؤں گی۔" فرزانہ کی سفاکی پر اس کا جسم جیسے یکدم بے جان ہو گیا۔

"اب مجھے کون بچائے گا وہ اے ایس پی آنے والا ہو گا پھر تو اسماعیل بھائی بتاتے ہیں کہ پولیس والے بڑے سفاک ہوتے ہیں بے جان چیزوں تک سے اقرار جرم کرا لیتے ہیں پھر میری جیسی لڑکی کی کیا حیثیت ہے وہ اے ایس پی جانے کیا کرے گا۔" وہ گھٹنوں میں سر دیے رونے میں مصروف ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

فاطمہ بطور خاص ساتھ والے قصبے میں گئی تھیں تاکہ ابراہیم بھائی کے گھر فون کر کے منال کی بابت معلوم کر سکیں کیا وہ پہنچی ہے یا نہیں۔ اتفاق سے ابراہیم نے ہی فون ریسیو کیا۔ فاطمہ نے چھوٹتے ہی

منال کا پوچھا۔

"منال پہنچی ہے کہ نہیں میں نے اسے بالکل ٹھیک ٹھاک پہ گاڑی میں بٹھایا تھا۔ پہنچ گئی ہو گی اب تو سات بج رہے ہیں۔" ایسا یقین تھا ان کے لہجے میں۔ ابراہیم بتلانے لگے۔

"ہاں آ گئی ہے ابھی ابھی سوئی ہے کہہ رہی تھی تھک گئی ہوں۔" انہوں نے دانستہ غلط بیانی سے کام لیا اگر وہ سچ بول دیتے تو فاطمہ پریشان ہو جاتیں منٹوں کا کیا ہے دیر سویر ہو جاتی ہے۔ فاطمہ کے فون بند کرنے کے بعد انہوں نے تیسری بار ریلوے انکوائری فون کیا جہاں سے مسلسل انگیج ٹون آ رہی تھی کافی دیر بعد فون ملا دوسری طرف سے بتایا گیا کہ "ٹرین راولپنڈی کی حدود میں ہے اس میں مجرم سفر کر رہے تھے جو کہ ٹرین میں دھماکہ کرنا چاہتے تھے لہٰذا اسے روک لیا گیا تاہم مجرم پکڑے گئے ہیں۔" وسوسوں میں لوٹ گئے انہوں نے پھر اپنے دوست کا نمبر ڈائل کیا اور زیاد کے بارے میں پوچھا۔

"کیا زیاد گھر میں نہیں ہے۔"

"ابھی تک آئے نہیں۔"

"اس کا کوئی ٹائم نہیں ہے آج کل بہت مصروف ہے کچھ دیر پہلے آفس سے فون کیا تھا ادھر ہی گیا ہے شاید راولپنڈی آنے والی کسی ٹرین کا تذکرہ ہو رہا تھا جس میں دہشت گردی کی کارروائی کا خدشہ تھا تاہم پوچھ رہے ہو اس لیے مجھے یاد آ گیا ہے۔" انہوں نے بتایا تو وہ پریشان سے ہو گئے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

* * *

"سر ٹرین والی مجرمہ کا سراغ مل گیا ہے ٹیکسی ڈرائیور نے اسے جہاں اتارا تھا وہاں سے اس کا پتہ ملا جس کے ذریعے ہم اس تک پہنچے اور لوگ بھی ہاتھ آ گئے ہیں اس لڑکی کے ساتھ چند ماہ کا بچہ بھی ہے جس کے جسم کے ساتھ ریموٹ کنٹرول بم بندھا ہوا ملا جو یقیناً ایک اور دہشت گردی کی کارروائی میں استعمال ہوتے دیکھا تھا مجھے تو یہ کیس ہی اینڈ ہوتا نظر آ رہا ہے۔"

اسامہ حمید تفصیلات بتا رہا تھا۔

"آپ لوگوں نے تو کمال کر دیا اتنی جلدی ان لوگوں تک پہنچ گئے میں آپ سب کو اس کامیاب چھاپے پر مبارک باد دیتا ہوں۔" زیاد نے توصیفی نگاہوں سے اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھا۔ اتنے میں فرزانہ اس کے پاس چلی آئی۔

"سر مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ لڑکی جو اپنا منال نام بتا رہی ہے واقعی بے گناہ ہے شاید وہ دھوکہ دہی کا شکار ہوئی ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں اس طرح کے کیسز میں اکثر بے گناہ لوگ بھی شک کے گھیرے میں آ جاتے ہیں آپ اسے میرے پاس لائیں میں اسے اس کے گھر بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

منال کی حالت سے لگ رہا تھا وہ بہت خوفزدہ ہے زیاد نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ کھڑی رہی۔

"دیکھیے محترمہ ہم معذرت خواہ ہیں ہمیں غلط فہمی ہوئی تھی کہ آپ کا تعلق ریلی گروپ کے ساتھ ہے ان چند گھنٹوں میں آپ کو جو پریشانی اٹھانی پڑی اس کے لیے میری معذرت قبول کریں اب ذرا اپنا ایڈریس بتائیں تاکہ آپ کو بحفاظت گھر بھجوایا جا سکے۔" منال کو اس کی بات پہ یقین نہیں آ رہا تھا پھر بھی اس نے۔

"میرا نام منال منصور ہے ابراہیم کمال میرے ابو ہیں میں ان کے پاس رہتی ہوں میں ان کا فون نمبر دیتی ہوں وہ خود آ کر مجھے لے جائیں گے۔" فرزانہ کی روشنی میں اسے ڈر لگ رہا تھا یہ نہ ہو کہ پہنچانے کے بہانے وہ اسے کہیں اور لے جائے پھر شاید وہ گھر والوں کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہے اس طرح کے خیالات نے اس کے ذہن و دل پہ یلغار کر رکھی تھی زیاد کو نمبر ملا تو چونکا سا لگ رہا تھا اسے خوشگوار حیرت ہوئی یہ نام اور یہ فون نمبر تو ابا کے عزیز ترین دوست کا تھا۔

اس نے انہیں خود فون کر کے مختصراً تمام واقعہ

دے اور ابراہیم انکل سے پھر معذرت چاہی۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد ابراہیم اس کے پاس تھے متاع انہیں دیکھتے ہی رونے لگی تو زیاد از سر نو شرمندہ ہو گیا۔

مارے خوف کے متاع کو اس رات نیند ہی نہیں آئی سوتے میں اٹھ بیٹھی کیسا سچ اور برا ایک تجربہ تھا اگر چچی خالو اس وقت آ نہ جاتے تو جانے وہ اسے اب تک کیا حشر کرتا یہ سوال خود سے اس نے کتنی بار کیا اور سہم سی گئی۔

* * *

اسماعیل اپنے ساتھی ڈاکٹر شہلا میں انٹرسٹڈ تھا دونوں کی خواہش پہ تین سال قبل منگنی ہوئی تھی ارشہ کی بات طے تھی خاندان میں اپنے ہی ایک کزن کے ساتھ اب دونوں بھائی بہن کی ساتھ شادی ہونا تھی۔ روشانہ بہت خوش تھی صبح سے بازاروں کے چکر لگا رہی تھی دونوں بہنیں اکثر متاع کو بھی ساتھ لے جاتیں۔ جہیز کی خریداری کے لیے اس کی رائے لی جاتی کپڑے سینے کے لیے خالو نے درزی گھر میں بٹھلا دیا تھا ہر وقت مشینوں کی گھڑ گھڑ سنائی دیتی۔ متاع کی پڑھائی ڈسٹرب ہو رہی تھی۔ شام میں محلے اور اوروں کی لڑکیاں و خواتین چلی آتیں پھر جانے کا بعد رات گئے تک چلتا ڈھول۔ گانے گائے جاتے ہنسی مذاق ہوتا جب تک سب تھک کر چور نہ ہو جاتے سونے کا نام نہ لیتے کچھ گھر سے دور کے مہمانوں کے لیے خالی کرائے گئے تو متاع کو بھی اپنا کمرا چھوڑنے کی قربانی دینی پڑی۔

روشانہ ایک کمرہ پکڑے ہوئی تھی ساتھ متاع کو اس دلایا ہوا تھا دونوں نے نا تجربہ کاری کے باوجود اکثر کام اپنے ذمے لیے ہوئے تھے۔ روشانہ تو بار بار اس کا شکریہ ادا کرتی کہ

"اگر تم نہ ہوتیں تو میں کیا کرتی اس کے لہجے میں احسان مندی ہوتی کہ وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہو جاتی۔ روشانہ بہت اچھی لگتی تھی باتیں اچھی کہ بعض اوقات اس کا جی چاہتا کاش اس کا ایک بھائی ہوتا تو وہ جھٹ اسے اپنی بھابھی بنا لیتی اس بات کا ذکر جس نے روشانہ سے بھی کیا تو وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

"تھینکس گاڈ تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے جب تم مجھے اپنی بھابھی بنا کر لے جاتیں تو مجھے تنور جلا کر روٹیاں پکانی پڑتیں کنویں سے پانی بھر پڑتا اپلے تھاپنے پڑتے اور بھینسوں کی رکھوالی کرنی پڑتی۔" روشانہ نے پنجابی فلم کا سا نقشہ اس کے سامنے کر دیا "اور میرے ہاتھوں کا ستیا ناس ہو جاتا رنگ کالا پڑ جاتا ہو تو۔ اسماعیل" اس نے ستانے کی انتہا کر دی۔ متاع بھی اس کی مستقبل کی منظر کشی پہ ہنس پڑی۔

* * *

اساں تیری گل کرنی
گل کرنی اے ڈیڈی ہاں
اساں تیری گل کرنی

عباس بڑے موڈ میں تھا میز پہ ہاتھ بجا بجا کر گا رہا تھا۔ زیاد کو آتے دیکھ کر اس کے گانے میں اور بھی شوخی آ گئی اب تو فیضان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

"بھائی اب تو آپ شادی کروا لیں ہاں تا کہ میرا راستہ بھی صاف ہو۔" وہ بے حد مسکینی سے بولا۔ فیضان نے بڑے بھائی سے نظر بچا کر اس کی پیٹھ ٹھوکی مگر زیاد کی متلاشی نگاہوں سے یہ حرکت چھپی نہ رہ سکی۔

"تو تم میری شادی کی فکر میں اتنے گھلے کیوں ہو رہے ہو۔" وہ جوتے اتارتے ہوئے بولا تو عباس اپنے تئیں بڑے دور کی کوڑی لایا۔

"جب آپ ستائیس سال کے ہو گئے ہیں بوڑھے ہو رہے ہیں آپ میرے حساب سے تو آپ کی شادی سات سال پہلے ہی ہو جانی چاہیے تھی کیونکہ ابا کہتے ہیں ان کی شادی بیس سال کی عمر میں ہوئی تھی جبکہ میں بائیس سال کا ہو چکا ہوں مگر کسی کو میری فکر نہیں ہے آپ کو اپنی جوانی کی پروا نہ سہی مگر میری جوانی پہ ترس کھائیں۔" وہ اداس لہجے میں بولا تو زیاد کی ہنسی چھوٹ

گئی بجو فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"میں مما سے کہتا ہوں تمہارے لیے کوئی ڈھونڈیں۔"

"بھائی پلیز میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا مذاق کر رہا تھا انجینئر بننا میرا خواب ہے ایسے مت کریں مجھے تو آپ کی شادی کا شوق ہے۔" وہ زیاد کی سنجیدگی سے بوکھلا گیا اور صفائی دینے لگا۔ زیاد اور قہقہان ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنسنے لگے تو وہ احتجاجاً "بائے" کہہ کر لاگ آؤٹ کر گیا۔

مناہل آج چار دن کے بعد کالج آئی تھی اس کا ارادہ تھا کہ علینہ سے نوٹس لے لے گی اور جو حرج کا جو نقصان ہوا ہے اسے پورا کر لے گی ایگزامز ایک قریب تھا سب اسی کی تیاریوں میں مصروف تھے وہ علینہ کے ساتھ کلاس روم سے باہر بیٹھی رہی ساتھ ہی اس کا قلم کاغذ پہ تیزی سے چل رہا تھا۔ شادی کی تیاریوں کی مصروفیت کی وجہ سے ذرا دیر سے لینے نہیں گیا اور ایک لوکل کوچ میں گھر کی طرف جا رہی تھی ایک دو بار پہلے بھی وہ اس طرح گھر گئی تھی اب تو اس میں پھر بھی انتظار آیا تھا سب وہ تشدد کا کمال تھا جو اسے درد و وحشت کے موضوع پہ لمبے لمبے لیکچر پلاتی تھی۔ گاڑی میں سامنے رش تھا وہ کونے والی سیٹ پہ تھی کہ اس نے ہوا کے زور سے اڑتی چادر سنبھالنی چاہی تو نگاہ یونہی باہر سڑک پہ دوڑتی گاڑیوں کی طرف چلی گئی۔ ایک دم ہفت آسمان اس پہ آ پڑے تھی ایک گاڑی میں حامد اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اس نے مناہل کو پہلے سے ہی دیکھ لیا تھا اور اس گاڑی میں اس کی موجودگی سے آگاہ تھا وہ برابر نظر اسی پہ رکھے ہوئے تھا۔ مناہل نے دل میں قرآنی آیات پڑھنی شروع کر دیں اس نے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا برابر تھا حامد کی گاڑی برابر میں تھی۔ مناہل کی نگاہیں اس سے چار ہوئیں تو وہ یوں مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔ اب سگنل پہ گاڑی رکی ہوئی تھی مناہل نے آناً فاناً ایک فیصلہ کیا اور گاڑی سے اتر گئی۔ کنڈیکٹر اسے ادا کرتا رہ گیا۔ وہ تیز تیز بھاگنے کے انداز میں قدم اٹھانے لگی اور فٹ پاتھ پہ پیدل چلنے والوں میں شامل ہو گئی اس کا خیال تھا کہ وہ حامد کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے گی اس لیے شارٹ کٹ اختیار کر کے بعد میں سڑک پہ مڑ گئی چند منٹوں میں حامد نے اسے جا لیا اس نے گاڑی روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اترا چلتا ہوا آگے آیا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ مناہل اندھا دھند بھاگنے لگی حامد بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا خوش قسمتی سے اس علاقے میں رش نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے اسے کسی کا خوف نہیں تھا۔ حامد کی گاڑی کے قریب سے زور دار طریقے سے مناہل کے پاس چرچرائے تو وہ اس گاڑی پہ اٹھتے اٹھتے بھی ڈرائیونگ سیٹ سے کوئی بڑی تیزی سے اتر کر باہر آیا۔ حامد الٹے قدموں وہیں سے پیچھے بھاگا اور گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ وہ اور مناہل کے سامنے آیا تو اس کی چیخ نکل گئی وہ اے ایس پی کو پہچان گئی تھی دوسری طرف بھی اسی کی حالت تھی۔ مناہل اپنی پھولی پھولی سانسوں پہ قابو پانے لگی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس بندے سے یوں وہ ٹکرائے گی۔

"جی کون تھے یہ لوگ جو یوں ریوالور لہراتے ہوئے اس ویران سڑک پہ آپ کا تعاقب کر رہے تھے افسوس دور ہونے کی وجہ سے میں ان کی گاڑی کا نمبر ہی نہ دیکھ سکا۔" زیاد نے حتی الامکان محتاط الفاظ چنے تھے۔ مناہل کی پیشانی عرق آلود ہو گئی وہ جواب میں الفاظ سوچتی رہی [illegible] ہو رہا ہو گی۔

"میں جیسے ہی کالج سے نکل کر گاڑی میں بیٹھی یہ میرے پیچھے لگ گئے تھے مجھے کیا پتہ کون تھے ان سے چھڑانے ہی کے لیے میں بیچ میں سگنل پہ گاڑی سے اتر کر بھاگی پھر بھی میرے پیچھے پیچھے آ گئے۔ شکر ہے آپ کی بروقت آمد سے قابو پا سکی۔"

"اچھا چلیں بیٹھیں میری گاڑی میں شکر کریں یہاں سے گزر رہا تھا اتفاق سے رش زیادہ ہونے کی وجہ سے میں نے گاڑی اس طرف موڑ لی۔ آج اسی بہانے آنٹی سے بھی ملاقات ہو جائے گی کافی عرصہ سے میں نے ان کی طرف چکر ہی نہیں لگایا۔"

مناہل کی روح فنا ہو گئی وہ تو ابراہیم خالو سے ملنے کی بات کر رہا تھا اگر اس واقعے کا ذکر ان سے کر دیا تو اس کی کیا عزت رہ جائے گی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلانے لگیں۔

"دیکھیں آپ کی مہربانی ہو گی مگر میں اس واقعے کا کسی سے ذکر مت کیجئے گا خواہ مخواہ پریشان ہوں گے۔" وہ بھیگے بھیگے لہجے میں بولی تو زیاد دل میں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ابراہیم انکل کے گھر کی طرف موڑ لی۔ عباس یونیورسٹی سے آ رہا تھا ایک چوراہے پہ سگنل ریڈ ہوا تو اس نے زیاد کی گاڑی میں اتفاقیہ طور پہ اس معصوم دوشیزہ کی صورت دیکھی وہاں اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا اس نے بائیک کی رفتار اور بھی بڑھا دی تاکہ جلد از جلد جا کر اس حیرت انگیز واقعے کا ذکر فیضان سے کر سکے۔

مناہل گاڑی سے اتری تو اس نے وہیں سے گاڑی کو موڑ لیا اور چلا گیا اس نے مناہل کے چہرے سے پریشانی بھانپ لی تھی ابراہیم انکل اور فاخرہ آنٹی سے ملنے کا پروگرام اس لیے اس نے ترک کر دیا۔ مناہل نے سکون کا سانس لیا صد شکر کہ کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا ورنہ وہ کیا کہتی۔

زیاد گاڑی پارک کر کے اندر آیا عباس اور فیضان سر جوڑے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ زیاد نے سلام کر کے انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"بھئی سر جوڑ کر کہاں کھوئے جا رہے ہو۔" کیپ سر سے اتارتے ہوئے وہ عام سے لہجے میں بولا تو عباس کی آنکھیں کچھ اور بھی پھیل گئیں "اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا اتنا تجاہل عارفانہ برتنا تو کوئی آپ سے سیکھے کیوں بھئی فیضان؟" اس نے تائید چاہی۔

مل گئی مجھے اک لڑکی
صورت سے بھولی بھالی ہے

عباس کی گنگناہٹ پر زیاد کے ذہن میں لڑکی کے نام پہ جھماکا سا ہوا فوراً بات کی تہہ تک پہنچ گیا کہ عباس مناہل کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہے "بھائی وہ سفید کپڑوں والی حسینہ کون تھی؟" اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں تو زیاد کا خون کھول گیا۔

"تم مجھے ایسا ویسا سمجھتے ہو وہ ابراہیم انکل کی بھانجی ہے سڑک پہ کھڑی تھی ٹیکسی کے انتظار میں۔ میں نے دیکھا تو ڈراپ کر دیا بس اتنی سی بات ہے۔" اس نے قصداً "اصل واقعہ نہیں بتایا کہ عباس تو بات سے بات نکالنے کا ماہر تھا۔

"ویسے بھائی آپ سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی کو ڈراپ کرتے ہیں یا پھر ابراہیم انکل کی بھانجی کو ہی یہ اعزاز ہے۔" زیاد کا حرکت میں آتا ہاتھ دیکھ کر عباس جملہ پورا کیے بغیر بھاگ نکلا۔

* * *

"فیضان مجھے ایک بہن کا بہت شوق ہے میرا جی چاہتا ہے کاش میری ایک بہن ہی ہو۔"

"اب اس عمر میں ماما پاپا ہمارے لیے بہن لانے سے تو رہے۔" عباس کی حسرت سے کہی گئی بات کے جواب میں فیضان بولا تو وہ ناراضگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"او جاہل میرا یہ مطلب نہیں تھا در اصل میں چاہتا ہوں کہ بھائی شادی کر لیں۔ ارے بے وقوف ہماری بھابھی ہمارے لیے تو بہن ہی ہوں گی ناں۔ میں نے بھائی کی گاڑی میں لڑکی دیکھی تھی کیا بھولی صورت تھی بہن والے تصور پہ پورا اترتی ہے کاش بھائی مان جائیں تو مجھے بھی ایک بہن مل جائے کل کیوں نہ ابراہیم انکل کی طرف چلیں دیکھیں کہ بڑے بھائی واقعی سچ بول رہے تھے یا۔" عباس نے جان کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

دونوں کل زیاد کی گاڑی میں نظر آنے والی لڑکی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اگر زیاد ان کی باتیں سن لیتا تو یقیناً دونوں کی پٹائی کر دیتا۔

روشانے انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی "آج کیسے ادھر کا راستہ بھول پڑے میں تو زیاد بھائی سمیت تم سب کی بھی فاتحہ پڑھ چکی تھی۔" وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی تو فیضان سے بھی خاموش نہیں رہا گیا۔

"تائی آپ نے ہمارے گھر آ کر جوتے گھسا دیے ہیں۔"

"بس کیا بتاؤں اپنی مصروفیات میں پھنسی ہوئی تھی بلکہ آج کل میں تمہاری طرف آنے والی تھی شادی کا دعوت نامہ دینے دونوں شادیاں ساتھ جو ہو رہی ہیں اتنا تو تمہیں پتہ ہی ہو گا سو سوچا مبارک باد دیتے ہی آ جائیں۔"

"وہ تو دیں گے ہی پر باقی گھر والے کہاں ہیں۔" عباس متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"سب بکھے ہیں سارے جھگڑے میرے سپرد ہیں اگر صناع نہ ہوتی تو جانے کیا ہوتا اس نے بڑی مدد کر رکھی ہے۔"

"یہ صناع کون ذات شریف ہیں پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں۔"

"میری امی کی کزن کی بچی ہے سو میری بھی کزن ہے ابھی تم سے ملواتی ہوں۔" ساتھ ہی اس نے صناع کو آواز دے ڈالی۔

"آپی کیا بات ہے۔" گیلے ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتی وہ ادھر ہی آ رہی تھی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے سے ہی وہ اجنبی لڑکوں کو دیکھ کر وہیں رک گئی۔ عباس قیامت کی نظر رکھتا تھا اسے دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ روشانہ اس کی گھبراہٹ بھانپ گئی اسے دوبارہ بلایا۔

"اندر آؤ نا تمہیں ان آفت کے پرکالوں سے ملواؤں۔" روشانہ خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آئی وہ جھجک رہی تھی۔

"صناع یہ اے ایس پی زیاد علی کے چھوٹے بھائی عباس اور فیضان ہیں اور یہ میری پیاری سی کزن صناع ہے یہاں پڑھنے آئی ہے۔" عباس کا ذہن ایک ہی جملے پہ اٹک گیا کہ یہ اے ایس پی زیاد علی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اس کا مطلب ہے وہ اگر یہ بھائی کو پہلے سے جانتی ہے ورنہ روشانہ بھائی کا حوالہ نہ دیتی اور پھر جان پہچان کے بغیر بھائی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتی تھی۔ عباس اور فیضان نے ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔

"اسے معنی ہے۔" عباس نے انگوٹھے کو ہلایا۔

"مجھے بھی بھائی کے لیے اچھی لگی ہے۔" جواباً فیضان نے بھی اسے اشارے سے بتایا سو دونوں کرید کرید کر صناع سے اس کے مشاغل اور پسند ناپسند کے بارے میں پوچھ رہے تھے وہ بیچاری تو ان کے تفتیشی انداز سے تنگ آ گئی روشانہ بھی تو اسے ان دونوں کے پاس اکیلا بٹھا کر خاطر و مدارات کا اہتمام کرنے چلی گئی تھی وہ دونوں اوٹ پٹانگ سوالات کے ذریعے اسے عاجز کر رہے تھے اس کی روتی صورت دیکھ کر ان کی زبان بند ہوئی اور وہ موقع غنیمت جان کر باہر آ گئی۔

"بڑے بھائی کے ساتھ کتنی اچھی لگے گی ناں اگر ہماری کوئی بہن ہوتی تو بھی صناع کی طرح ہوتی ناں معصوم، سادہ اور پیاری سی۔" عباس نے اس کے اٹھ کر چلے جانے کے بعد کہا فیضان اس سے پوری طرح متفق تھا۔

"بھائی کے معمولات پر نظر رکھو کہیں گڑبڑ تو نہیں ہے تاکہ ہم انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ سکیں اور دولہا بنا سکیں۔" عباس بڑے بزرگانہ انداز میں معتبر سا بنا چھوٹے بھائی کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس نے بھی پورا پورا عمل کر دکھایا اور باقاعدہ زیاد کی ایک ایک حرکت نوٹ کرنے لگا کہ کب اٹھے کیا کھایا کہاں گئے اور رات کو کتنے بجے سوئے پرفیوم کون سا استعمال کیا اسے ٹیلی فون کرنے والے کون کون تھے نیز وہ اوس پی اے یا خوش میوزک میں کس کو سن رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی بھی لی جاتی۔ مگر اب تک کی جانے والی تمام کوششوں میں سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا تھا اور عباس کی جھنجلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

استری شدہ تمام کپڑے صناع نے بڑے سلیقے سے ہینگر میں لٹکا دیے تھے صرف ارشہ آپی کا پیلا سوٹ رہ گیا تھا جس پہ خالہ فاخرہ ستارے لگا رہی تھیں۔ صناع

موقع غنیمت جان کر ذرا آرام کرنے لیٹ گئی۔ ماما بھی ایک دو روز میں راولپنڈی آنے والی تھیں سو ان سے ملنے کی خوشی ہر چیز پہ حاوی تھی اس بھری دنیا میں اب وہی تو اس کے لیے سب کچھ تھیں مگر دل ہی دل میں کچھ پریشان بھی تھی کہ کہیں ماما اس کی پریشانی کا سبب نہ جان لیں آخر ماں تھیں اس کے دکھوں اور پریشانیوں سے کیسے انجان رہ سکتی تھیں اچانک کسی نے اس کا کندھا ہلایا۔

"اے منال! اٹھو وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور تم ابھی تک سر منہ لپیٹے پڑی ہو جلدی سے تیار ہو جاؤ آپی کے سسرالی دھوم دھڑکے سمیت آنے ہی والے ہوں گے اور تم ہو کہ۔ حد ہو گئی یار۔" روشانہ نے جھنجھوڑا تو وہ اٹھ بیٹھی روشانہ خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تمہارے کپڑے نکال دیے ہیں پہن کر فوراً آؤ اب کوئی معافی نہیں ہے۔" وہ اسے پیار بھری ڈانٹ پلا کر چلی گئی۔ فیروزی شیفون کا پیارا سوٹ اور ساتھ ہی سکشن لگا پیازی جیسا دوپٹہ تھا قمیص پر سبز اور پیلے دو رنگوں میں کڑھائی تھی یہ سادہ سا سوٹ خاصا اس کی اپنی پسند تھا۔ روشانہ تیار ہو چکی تھی اور اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"یار ذرا مسکرا دو لگ رہا ہے ڈانٹ کھا کر آ رہی ہو۔" اسے منہ بنائے دیکھ کر ہنس دی۔

"ادھر آؤ یہ لپ اسٹک لگاؤ اور پلکوں پہ مسکارا تو خوب جچے گا" روشانہ اسے اپنے آگے بٹھا کر اس کے چہرے کے ساتھ مصروف ہو گئی۔

"واؤ اب لگ رہی ہو نا اصل منال۔" وہ آئینے میں اس کا سراپا اسے دکھاتے ہوئے داد دے رہی تھی۔

"چلو اب ساڑھی درست کرو اور یہ پھولوں کی تھالیاں اپنی نگرانی میں سنبھال کر رکھو ضرورت پڑے گی تو میں تم سے ہی مانگوں گی۔" روشانہ پیار سے اس کا گال سہلا کر باہر نکل گئی تو منال نے اس کی ہدایت پہ عمل کرنا شروع کر دیا۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ اسماعیل کے سسرالی مہندی کی رسم کرنے آ رہے تھے جبکہ ارشد کے سسرال والے اسے مایوں بٹھانے آ رہے تھے دو دو فنکشن تھے سب بوکھلائے ہوئے تھے کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ زیاد اپنی پوری فیملی سمیت مدعو تھا۔ عباس خوب چہک رہا تھا ذیشان بھائی اس وقت اسماعیل کے پاس ہی تھے جو اس بات پہ اڑ گیا تھا کہ وہ مہندی کی فضول سی رسم میں بالکل حصہ نہیں لے گا اور نہ مہندی لگوائے گا۔ سب اس سے زچ ہو گئے تھے کہ عین وقت پہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔ روشانہ زیاد کے پاس چلی گئی "آپ ہی بھائی کو سمجھائیں نا خوامخواہ ضد کر رہے ہیں مہندی نہیں لگوائیں گے بھلا بھابھی کے رشتہ دار کیا کہیں گے کہ ہم کتنے دقیانوسی ہیں۔" اسماعیل تنگ آ گیا۔

"اچھا کر لو جو کرنا ہے۔" اس نے اپنی جان چھڑائی۔ ادھر عباس اور ذیشان زیاد کے دوستوں سے رازدارانہ انداز میں باتیں کر رہے تھے۔

"واقعی بھائی جب اسماعیل بھائی مہندی والی چوکی سے اٹھیں گے تو آپ نے دھکا دے کر زیاد بھائی کو اس پہ بٹھانا ہے تاکہ یہ رونق یہ شادیانے ہمارے گھر کا بھی حصہ بنیں۔" اس کے سینے میں بے پناہ حسرت تھی روشانہ بھی پاس کھڑی تھی اس کی بات سن کر اس کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی اس نے صدق دل سے آمین کہا۔ سبز و شربتی دوپٹے کے ہالے میں منال روشانہ دیگر لڑکیوں سمیت اسماعیل بھائی کو رسم کرنے کے لیے باہر لائی تو ذیشان اور عباس کی متلاشی نگاہوں کو قرار آ گیا اب ان کی نظر کا مرکز منال اور زیاد تھے مگر وہ تو بالکل بھی ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔

"وہ ہمیں بے وقوف بنا رہے ہیں کہ بھید نہ کھل جائے۔" عباس بڑے وثوق سے دور کی کوڑی لایا تو ذیشان فقط سر ہلا کر رہ گیا۔ بھائی کی کسی بات کو بھی جھٹلانا ویسے بھی اس کے بس کی بات نہ تھی مجبوراً وہ اپنی ہر بات کی تائید اس سے کروا کر دم لیتا تھا اس کی کیا مجال کہ چوں بھی کرتا سو اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں ہی بہتری تھی۔ رسم کے بعد کھانا شروع ہوا تو منال کہیں

کہیں بھی نظر نہ آئی۔

* * *

"بھائی آج آپ نے یہ سفید شلوار سوٹ زیب تن کیا ہے آپ اس میں بہت اچھے لگتے ہیں ویسے بھی میں آپ کو یونیفارم میں دیکھ دیکھ کر اکتا گیا ہوں۔" زیاد چونکا مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"یہ خوشی کس سلسلے میں ہو رہی ہے کہیں پیسے تو نہیں چاہئیں۔" زیاد نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا تو وہ تڑپ گیا۔

"آپ بھائی مجھے اتنا خود غرض تصور کرتے ہیں جبکہ میں آپ کے بڑا بھائی ہونے کے ناطے سے آپ کی خدمت فرض سمجھتا ہوں۔" جذباتی اداکاری میں عباس کا جواب نہ تھا۔

"بہت خوب یہ فرض تمہیں غالباً پہلے یاد نہیں تھا۔" زیاد نے اس پر لطیف سا طنز کیا اور اس کے ہاتھ سے کپڑے لے لیے۔

اسماعیل کی دلہن آ رہی تھی اور اریشہ جا رہی تھی اس کی رخصتی پہ مناہل بہت روئی اور تو اور روشانے نے بھی رونے کے ریکارڈ توڑ دیے اب صبح اسماعیل کی بارات تھی مناہل موقع ملتے ہی سو گئی بہت تھکی ہوئی تھی مگر اس عالم میں بھی اسے اماں کی فکر بری طرح ستا رہی تھی انہوں نے اطلاع بھجوائی تھی کہ وہ نہیں آ سکتیں اپنے نہ آنے کی وجہ انہوں نے نہیں بتائی تھی اس لیے اس کا پریشان ہونا لازمی امر تھا اس وجہ سے وہ شادی کے ہنگامے کو بھی انجوائے نہیں کر پا رہی تھی۔ لڑکیاں اندر دلہن کے پاس گھسی ہوئی تھیں اسے باہر آیا جانے دیا تھا مناہل اس ہنگامے سے الگ ہی تھی اجنبی گھر اور اجنبی چہروں کے درمیان وہ بہت بے اطمینانی محسوس کر رہی تھی۔ اسماعیل کے سسرالی خاصے امیر تھے ان کے گھر کو دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا اپنی سوچوں میں گم وہ آتے جاتے چہروں کو دیکھ رہی تھی کہ معاً ایک لڑکے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر حیران رہ گئی اچانک یہ حیرانی خوف میں بدل گئی اس نے اسے حامد کے ساتھ اکثر دیکھا تھا اس روز گاڑی میں بھی وہ اس کے ساتھ تھا وہ قریب آتا جا رہا تھا مناہل کا خوف سراسیمگی میں بدل گیا وہ سوچے سمجھے بغیر ایک طرف کو بھاگ کھڑی ہوئی اگر زیاد اسے تھام نہ لیتا تو وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی بڑی سخت گھبرائی ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے آگے تارے سے ناچ گئے اور آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ زیاد اسے اچھی طرح پہچان چکا تھا اسماعیل کے گھر شادی کے دوران اسے کئی بار دیکھا تھا۔

"یا وحشت آپ ہر وقت اتنی گھبرائی گھبرائی اور بوکھلائی سی کیوں رہتی ہیں دیکھ کر چلا کریں۔" زیاد نے مشورہ دے کر ہٹا مگر فوراً پہلے والی پوزیشن میں آ گیا کوئی چیز اسے کرتے کے بٹن میں اٹکی محسوس ہوئی۔ مناہل کے لمبے سے پراندے کا آخری سرے کا کچھ دھاگہ اس کے کرتے کے بٹن میں اٹک گیا تھا وہ شرمندہ سی ہو کر پراندے کو اپنی طرف کھینچنے لگی تو دھاگہ بٹن سے الگ ہو گیا اسے غصے نے آن گھیرا روشانہ نے اسے کتنا کہا تھا کہ آج بال کھلے رکھو مگر وہ نہ مانی تھی اور بالوں میں پراندہ ڈالنے کو اولیت دی۔ یہ پراندے ان کے گاؤں میں عورتیں اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی تھیں یہاں شہروں میں یہ اچھے داموں فروخت ہوتے تھے۔ مناہل کے لیے یہ رنگین دھاگوں سے بنا پراندہ اماں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ افسوس سے پراندے کو دیکھ رہی تھی جس کا آخری سرا ٹوٹ کر عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس منظر کو عباس نے بھی دیکھا اور اس کے قریب چلا آیا مناہل سوال سوال کر رہی تھی۔

"بہت زور کی گرہ ہوئی ہے۔" عباس نے اپنے لہجے میں ہمدردی سموئی تو مناہل کو اس وقت اس کا ساتھ بڑا غنیمت لگا۔

"میں پریشان سی تھی میرے پراندے کا آخری سرا بھی ٹوٹ گیا۔" وہ افسوس سے بتا رہی تھی "ہائے اس کا آخری سرا ٹوٹ گیا۔" عباس شرارت سے آنکھیں نچا کر رہ گیا۔ مناہل نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا وہاں

موڈ وہ نہیں تھا شاید عباس کو دیکھ کر وہ چکرا چکا تھا۔

* * *

"خوب ہے منّاع اب راولپنڈی میں اپنی منمانیاں کر رہی ہیں ہم یہاں محروم رہیں خوامخواہ اتنے عرصے اداس ہوتا رہا اور یہ ادھر مچلتی رہی اس کا تو مسئلہ ہے۔" حامد سے فون کر رہا تھا اس وقت وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ حمزہ نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے بتایا تھا کہ وہاں اس کی مطلوبہ لڑکی سرجن کمال احمد کے گھرانے کی کسی کی شادی میں موجود تھی۔ حامد نے فون کر کے یہاں دوستوں کو بھی بلوا لیا اب چاروں سر جوڑے اسے لینے پہ غور و فکر کر رہے تھے کہ کیسے منّاع کا سراغ لگایا جائے۔

ہوں تو سرک سے بھی ہاتھ آتے آتے بچ گئی مجھے نہیں ہے کہ اس کے رشتہ دار اتنی اپروچ والے ہیں۔"

"ہاں یار حامد وہ اے ایس پی زیاد علی کے بھائی سے ہی باتیں کر رہی تھی اور کیا بتاؤں کہ کیسی لگ رہی تھی اس وقت غضب کی چیز لگ رہی تھی یہاں آ کر تو پہلے سے زیادہ نکھر گئی ہے۔" وسیم بے ہودگی سے ہنسا، حامد نے اس کی بات پہ دھیان نہیں دیا وہ اپنی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"سرجن کمال کے اے ایس پی زیاد علی اور اس کا بھائی، آخر ان سب کا منّاع کے ساتھ کیا تعلق ہے۔" حامد الجھا کیے۔ حامد کی یہاں بڑے ملک نے کوٹھی لے کر دی ہوئی تھی ضرورت و سہولت کی ہر چیز یہاں موجود تھی ایک مالی ایک چوکیدار ایک خانساماں اور مستقل رہنے والی عورت ملازمین میں شامل تھی۔ وہ مستی اور اوباش سوچ میں گم تھی۔ کھلا جیب خرچ ملتا تھا لہٰذا روز وہ دوستوں کے ساتھ موج اڑاتا اور سوائے بازاری عورتوں کو گھر لا کر چھپانے کے علاوہ وہ ان مشاغل میں مگن تھا کالج بھی صرف حاضری لگانے یہ آنکھیں سینکنے جاتا۔ ملک افتخار اور ملک منصور کو اس کی تمام حرکتوں کی خبر تھی مگر وہ قصداً "بے خبر" بنے ہوئے تھے کہ چھوٹے ملک کی "نورنظر" بنی رہے۔ منّاع حامد کی فطری کمینگی کے لیے کھلا چیلنج بن گئی تھی اوپر سے دوستوں نے اس آگ کو اور بھی ہوا دے دی تھی۔ منّاع کا غرور پامال کرنا اس کے لیے زندگی موت کا مسئلہ ہو چلا تھا۔

ولیمے والے دن منّاع حتی الامکان کسی بھی سرگرمی میں حصہ لینے سے دانستہ گریز کر رہی تھی۔ شملا بھابھی کی مہمانوں کے ساتھ مصروف بن رہی تھی روشانہ زبردستی اسے بھی ساتھ لے گئی اور شملا بھابھی کے ساتھ بٹھا دیا اب وہ یہاں سے اٹھنا چاہتی تھی مگر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ایسا ناممکن سا لگ رہا تھا وہ نکلنے کی کوشش کرنے لگی اسے اس بات کا دھڑکا سا تھا کہ شاید آج بھی حامد کا دوست اسے کہیں دیکھ نہ لے وہ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی کہ گرتے گرتے بچی وہ پہاڑ اس شخص سے عجیب صورت حال میں ٹکرائی تھی لڑکیوں کی ہی ہی اور ہنسی کی آوازیں اسے شرمندہ کر رہی تھیں۔ روشانہ نے ہی اتنا سجا دوپٹہ اس کے سوٹ کے ساتھ زبردستی لیا تھا کہ چوڑی دار پاجامے کے ساتھ اچھا لگے گا۔

خفت کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے کیونکہ زیاد نے بڑے تیوروں سمیت اسے کوئی بات کہی تھی جو شور کی وجہ سے وہ سن نہ سکی تھی۔

* * *

فائقہ یاور علی نے اسماعیل اور شملا سمیت ان تمام گھر والوں کو ڈنر پہ انوائیٹ کیا تھا وہ خود تو نہیں گئے البتہ روشانہ اور منّاع کو بھتیجے کے ساتھ بھیج دیا۔ روشانہ آج بہت پیاری لگ رہی تھی منّاع نے اس کی تعریف کی تو وہ کھل اٹھی۔ وہ تو "یار منچلی" آتی جاتی رہتی تھی البتہ منّاع آج پہلی بار آئی تھی فیضان اور عباس اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے روشانہ کا دل زیاد کو نہ پا کر بجھ سا گیا اپنی اتنی زیادہ محنت اسے ضائع ہوتی محسوس ہوئی جب کوئی دیکھنے والا ہی نہ تھا ان

دونوں بھائیوں نے مناح کو پورا گھر دکھایا ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا مناح حقیقی معنوں میں پہلی بار ان کے خلوص و التفات سے متاثر ہوئی تھی اور ان کی بہن بننے پہ راضی ہو گئی تھی اسے بھی تو ایک بھائی کا شوق تھا اور یہاں ایک چھوڑ دو دو بھائی تھے۔ عباس نے اس پہ بڑا اگر موتی پہ خوب صورت سا فرینڈشپ بینڈ اس کی کلائی پہ باندھا تھا فیضان نے اسے قیمتی سا پرفیوم گفٹ کیا۔ اب وہ اسے زیاد کا بیڈ روم دکھا رہا تھا اور ساتھ ہی اس کی پسند و ناپسند کے بارے میں بتا رہا تھا پھر اس نے تصویروں والا البم کھول کر زیاد کی بچپن سے لے کر جوانی تک کی تصویریں اسے دکھائیں عباس اور مناح کارپٹ پہ اور فیضان ان کے ساتھ صوفے پہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا جب آہستگی سے دروازہ کھلا۔ زیاد وہیں دروازے پہ رک گیا اسے بے پناہ غصہ آیا کہ اس لڑکی کو اس کے بیڈ روم میں بیٹھنے کی کیا تک تھی وہ تھکے تھکے مہمانوں سے مل کر آیا تھا کہ یونیفارم سے جان چھڑا کر فریش ہو سکے اور یہاں عباس و فیضان روشانہ کی کزن کو مزے سے اس کی تصویریں دکھا رہے تھے وہ اپنے بیڈ روم میں کسی تیسرے کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"عباس اور فیضان فوراً باہر نکلو۔" اس نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھ دیے۔ دونوں بھائی کے اس اجنبی رویے سے خائف سے ہو گئے کہ مناح کیا سوچے گی اس توہین پہ اس کا چہرہ گلابی سے سرخ ہو گیا وہ سب سے پہلے باہر نکلی اس کے پیچھے پیچھے وہ بھی آ گئے۔ پھر اپنی جھینپ مٹانے اور بھائی کے رویے کی تلافی کرنے کے لیے وہ مسلسل مناح سے ہنس ہنس کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے ادھر مناح شرمندہ سی تھی کہ اس نے اس مغرور شخص کے بیڈ روم میں قدم ہی کیوں رکھا؟ وہ دونوں بھائیوں کے ساتھ اس کا موازنہ کرنے لگی عباس اور فیضان کتنے خوش مزاج اور معصوم سے تھے۔ اسے مس پولیس فرزانہ کی بات یاد آ گئی جو اس نے زیاد کے بارے میں کی تھی اب تو سچ مچ اسے اس نوجوان سے ڈر لگنے لگا تھا جو چھری لے کر رہ گئی اگر وہ واقعی تھانے میں اس کے ہتھے چڑھ جاتی تو۔ ادھر عباس بھائی کے رویے سے الجھ گیا تھا وہ مناح کو روشانہ کے پاس چھوڑ آیا اب وہ چاروں کیرم کھیل رہے تھے مگر مناح کے دل سے فرسٹریشن کا احساس زائل نہیں ہو پا رہا تھا جاتے وقت وہ سب سے پہلے گاڑی میں بیٹھی تو عباس کے دل سے تاسف کی لہر اٹھی وہ بھائی سے بے حد ناراض ہو گیا۔

دو چار روز تو زیاد اس کے پھولے سوجے منہ کو دیکھتا رہا پھر اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ خفگی کا سبب پوچھ بیٹھا اور وہ پھٹ پڑا۔

"وہ ہماری مہمان تھی بھائی میں نے اسے بہن بنایا ہے کیا ہوا اگر میں نے اسے آپ کے بیڈ روم میں بٹھا دیا آپ نے کتنا مس بی ہیو کیا وہ کیا سوچتی ہو گی ہم [illegible] ہیں جو گھر آئے کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔" فرط جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا زیاد نے اتنی حیرانگی سے اس کی جذباتی کیفیت دیکھی۔

"اچھا یار سوری آئندہ تم اپنی بہن کو بے شک میرے بیڈ روم میں جب تک دل چاہے بٹھانا۔" عباس زیاد کے اس فقرے پہ یکدم شانت سا ہو گیا اسے اپنے سر سے منوں بوجھ سرکتا محسوس ہوا۔

"بہت خوب گریٹ بھائی ہمیں پتا تھا۔" عباس دل میں بولا اور بے ساختہ انداز میں مسکرا دیا۔

"عباس بھائی اٹھیں ورنہ میں پانی کا جگ آپ کے اوپر انڈیل دوں گا۔" وہ جگ تھامے اس کے سر پہ کھڑا کو تیار کھڑا تھا۔ عباس کروٹ بدل کر اٹھ بیٹھا۔

"ظالم انسان چھٹی کے دن تو سونے دیا کرو۔"

"دن کے گیارہ بج رہے ہیں دراصل مناح سے ملے بہت دن ہو گئے ہیں کیوں نہ آج ان کی طرف چلیں اگر آپ میرے پروگرام سے متفق ہیں تو اٹھیں ورنہ میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔"

"ٹھہرو آ گیا یہ کہے تو دیکھو۔" اس نے تولیہ اور باہر جاتے فیضان کے گریبان کو آ کر پکڑ لیا۔

"نہیں جناب میں تو مذاق کر رہا تھا۔" اس نے [illegible] کا لقمہ کچن میں اپنے لاڈلے سپوتوں کے

کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ ذکر زیاد کو اٹھانے گیا۔ آج بہت دنوں کے بعد وہ اتنی بھرپور نیند سویا تھا۔ کھانے کی میز پہ تینوں بھائی اکٹھے تھے۔

"میں آج اسماعیل بھائی سے ملنے جا رہا ہوں آج گھر پہ ہی ہوں گے۔"

"میں بھی جاؤں گا منذر سے بہت دن ہوئے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔" عباس کے ساتھ ساتھ ذیشان بھی بولا۔ اتفاق سے دونوں ہی اس بات سے آگاہ ہیں کہ دونوں بھائی منذر کو بہت پسند کرتے ہیں انہیں خود بھی منذر اچھی لگتی تھی اپنی عمر کی لڑکیوں کے برعکس وہ کہیں زیادہ سنجیدہ اور سمجھدار تھی غلطی پہ بات نکالنے کی عادت اس کی شخصیت کا حصہ تھی انہیں یقین تھا اگر ان کی کوئی بہن ہوتی تو وہ بالکل منذر کی طرح ہوتی۔

"چلے جاؤ مجھے بھی وہ بچی اچھی لگتی ہے کسی روز والدہ سے اجازت لے کر ایک دو روز کے لیے یہاں لانا کبھی تم دونوں۔ بس اپنے سارے لاڈ پورے کر لینا۔" عباس کی اس بات سے ان کا دل خوش ہو گیا۔

"آپ سب اس لڑکی کو زیادہ اہمیت نہیں دینے لگے ہیں۔" غیر محسوس انداز میں زیاد نے طنز کیا۔

"بڑے بھائی کیوں نہ اہمیت دیں آپ سے یہ تو نہ ہو سکا۔ ایک عدد بھابھی ہی لا دیں سو ہم خود بہن ہی لے آئے تخیل میں شاید۔" اس نے جان کر فقرا ادھورا چھوڑ دیا تو ایک نئی بحث چھڑ گئی۔ عباس نے خاموشی سے میدان چھوڑ دیا کیونکہ زیاد کی شادی کا پسندیدہ موضوع تھا اس پہ گھنٹوں بول سکتی تھیں۔

* * *

حامد آج غیر متوقع طور پر فاطمہ کے گھر موجود تھا وہ سوچ رہی تھیں جانے اب کون سی مصیبت ٹوٹنے والی ہے جب بھی ملک ان کے گھر آتا ہے۔ وہ بڑے ادب سے ملا۔ وہ فرعونیت و تکبر جو اس کی شخصیت کا حصہ تھا آج اس میں نہیں تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں اپنی حرکت پہ اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو میں اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالوں گا۔ مجھے امجد چاچا کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بہت دکھ ہے مگر آپ یقین کریں ان کی موت بالکل اتفاق تھی اس میں کسی کا بھی قصور نہ تھا [illegible] معاف کر دیں مجھے پلیز آنٹی۔" حامد کی آواز مارے ندامت کے لرز رہی تھی پھر وہ اچانک ان کی گود میں سر رکھ کر رو پڑا۔ وہ ہکا بکا سی دیکھ رہی تھیں جیسے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ حامد امتحان دے کر کل ہی آیا تھا اور آج ان کے یہاں موجود تھا۔

"میں نے معاف کیا۔" فاطمہ کی بے تاثر آواز ابھری تو وہ سیدھا ہو گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

"میں نے ارادہ کیا ہے لالہ سے بات کر کے آپ کی زمین واپس دلوا دوں گا جو فضل خان اور اکبر چوہدری نے دبائی ہوئی ہے اس سلسلے میں جتنے بھی پیسے لگے ہم دیں گے۔ آپ واپسی کی فکر مت کریں مجھے افسوس ہے کہ پہلے کبھی اس بات کا خیال ہی نہیں آیا۔ یہ پیسے رکھ لیں کام آئیں گے آخر منذر کے کالج میں پڑھتی ہے بہت خرچہ آتا ہو گا۔" فاطمہ کا دل اس کے آخری فقروں پہ کٹ گیا۔ وہ نوٹوں کی گڈی ان کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" وہ خود کو سنبھال کر بولیں۔

"چلیں آپ کی مرضی اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیں میں ذرا دو ماہ کے لیے گاؤں میں ہی ہوں کیونکہ کالج سے فارغ ہو گیا ہوں اب یونیورسٹی میں داخلہ لوں گا ویسے منذر کے بھی امتحان ہو گئے ہوں گے۔" اس نے اپنا لہجہ تجسس سے عاری ہی رکھا تھا۔

"بیٹا مجھے کیا پتا امتحان کا۔" وہ نرم لہجے میں بولیں کیونکہ وقت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ مصلحت سے کام لیں ورنہ یہ زہریلا سانپ طیش میں آ کر انہیں بھی ڈس سکتا تھا۔ زمین کی بات۔ ان کا ذہن ماضی میں چلا گیا تھا منذر نے انہیں بتایا تھا کہ ہماری بہت سی زمین نکلی

نے لعل خان اور اکبر چوہدری کے ساتھ ساز باز کر کے قبضے میں کر لیا ہے اور وہ انھیں چھڑا سکتے کیونکہ ان میں اتنی طاقت نہیں ہے وہ ان بااثر لوگوں سے ٹکر لے سکیں کیونکہ ان کے مقابلے پہ ان کی افرادی قوت صفر ہے وہ اپنے خاندان کا واحد اکیلا وارث ہے اس بات کے کچھ عرصے بعد صفدر فوت ہو گئے تو فاطمہ نے زمین جائیداد کا تصور ہی ذہن سے نکال دیا۔ ان کا جب صفدر سے رشتہ طے ہوا تھا تو سہیلیاں صفدر کا نام لے کر انھیں چھیڑتی تھیں کہ "فاطمہ تم کتنی خوش قسمت ہو جسے زمینوں باغوں کا مالک بیاہ کر لے جا رہا ہے آگے پیچھے نوکر ہیں۔" مگر وہ باغات اب اوروں کے قبضے میں تھے نوکرانیوں کے قصے خواب بن گئے تھے پر پھر بھی فاطمہ شکوہ زبان پہ نہ لائیں اور نہ حالات کا رونا رویا بلکہ صبر شکر سے وقت کا پالو کٹ رہی تھیں۔ ابھی ابھی ملک حامد جو کچھ کہہ کر گیا تھا اس نے انھیں نادیدہ خطرے کا احساس دلانا شروع کر دیا۔ وہ منارع کی طرف سے فکر مند ہو گئیں۔ ملک حامد کی نوازشات بے معنی نہیں تھیں نہ امجد کی موت حادثاتی تھی جس پہ اتنے عرصے بعد وہ ندامت کا اظہار کر رہا تھا۔ انھیں حامد کی معافی سب ڈرامہ لگ رہی تھی کیونکہ ملک خاندان سے وہ اچھی طرح واقف تھیں بغیر مطلب کے وہ کسی پہ ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے تھے۔

* * *

منارع خوشی خوشی گاؤں جانے کی تیاری کر رہی تھی اماں سے ملنے کا تصور ہی بڑا فرحت انگیز تھا۔ اس کے انگ انگ میں خوشی و سرمستی گردش کرنے لگی تھی۔ اس نے بڑے اہتمام سے کریم کلر کا سوٹ استری کر کے رکھا تھا جو کل پہن کر اسے گاؤں جانا تھا۔ رات وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب ابراہیم خان اس کے کمرے میں آئے۔

"کیا ہو رہا ہے منارع بیٹی۔" وہ خوشدلی سے بولے۔ "ابھی تک جاگی ہو۔"

"دراصل بیٹا میں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ گاؤں جانے کا ارادہ موخر کر دو فاطمہ بہن کا فون آیا تھا کہ تمہیں منع کر دوں۔ چند روز میں وہ خود تم سے ملنے آنے والی ہیں۔"

"خالو کوئی اور بات تو نہیں ہے؟"

"ارے نہیں بیٹا کچھ نہیں ہے۔" وہ اس کے اضطراب پہ اسے تسلی دیتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد منارع اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔ اماں سے ملنے وہ ایک بار ہی گئی تھی اب تو سالانہ امتحان بھی ہو چکے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں انھوں نے اسے آنے سے منع کر دیا تھا "چلو وہ خود آ رہی ہیں حالات کا پتہ چل جائے گا۔" اس نے خود کو تسلی دی۔

* * *

"مجھے لگتا ہے یہ بڑھیا تیز ہی [illegible] کوشش کرنے کی مگر اس کا حل بھی میں نے سوچا ہے "آخر میں ملک حامد ہوں ملک منصور کا بیٹا" حامد کے چہکتے چہکتے سفاک ہونٹوں پہ عیارانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی وہ موبائل فون پہ رحم سے بات کر رہا تھا۔

"مگر لڑکی نے تمہارے لیے مسئلہ کھڑا کیا تھا۔"

"میں نے بھی بڑا کام کیا ہے ویڈیو پولیس والا ایک دوست کا یار لگا ہے اسے کیمپس کنٹرولنگ کے بارے میں بھی بڑی شدھ بدھ ہے۔ تمہاری تقریبات کی ویڈیو تو ہو گی ناں تم وہ مجھے پہنچا دو آگے کام میرا ہے وہ خود جو کچھ کرے گا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ پھر تمہاری منارع۔" رحم نے ایک مکروہ سا قہقہہ لگایا۔ اس نے اس کام میں پوری طرح اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حامد کو بھلا اور چاہیے تھا کیا یہ بھی وہ مل بانٹ کر کھانے کے عادی تھے۔

* * *

"اماں" اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی اماں ہیں۔ وہ بھاگ کر ان سے جا لپٹی وہ کتنی دیر اسے خود سے چمٹائے اس کے بوسے لیتی رہیں۔ ملنے ملانے کے مراحل سے گزر کے

بعد روشانہ لبنیٰ کی لائی سوغات۔ خوب بڑی جن میں مونگ پھلی تل والے لڈو، سوجی کی مٹھائی اور آٹے کی کھجوریں شامل تھیں دیسی گھی کا بڑا سا ڈبہ اور پنجیری اس کے علاوہ تھی۔ فاخرہ اس کے تحفے دیکھ کر خفا ہو گئیں۔ شملا بھابھی پیٹ سے ہوئی تھیں ان کی طبیعت گزشتہ کچھ دنوں سے گری گری رہنے لگی تھی اور ادھر اریشہ کے ساتھ بھی کچھ مسئلہ تھا۔ فاخرہ نے فوراً فاطمہ کو یہ خوشخبری سنائی تھی۔

کھانے پہ آج خاص اہتمام تھا۔ فاطمہ کو بعد اصرار ایک ایک چیز پیش کی گئی۔ رات بند کمرے میں فاطمہ، ابراہیم، فاخرہ اور اسماعیل کے درمیان دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ فاطمہ نے پہلی بار حامد سے ہونے والی ایک ایک بات انہیں بتائی ساتھ اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"ابراہیم بھائی اور فاخرہ بہن میں چاہتی ہوں آپ مناع کے لیے اچھا سا رشتہ تلاش کریں تاکہ میری فکر کم ہو میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے آئے روز بیمار رہتی ہوں گاؤں میں اپنا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے بس سب امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔"

"اگر اسماعیل کا رشتہ شملا کے ساتھ طے نہ ہو چکا ہوتا تو میں مناع کو بہو بنانے پہ فخر محسوس کرتی میرا کوئی اور بیٹا بھی نہیں ہے۔ مگر تم فکر مت کرو مناع کا جوڑ اللہ نے اچھا ہی اتارا ہو گا۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ بیٹیاں والدین کے جیتے جی اپنے اپنے گھروں کی ہو جائیں تو اچھا ہے۔ بہ حیثیت ایک ماں کے میں تمہاری فکر محسوس کر سکتی ہوں۔ مناع کے لیے اچھا سا رشتہ ڈھونڈیں گی۔" فاخرہ نے تسلی دی تو وہ کافی پرسکون ہو گئیں۔

"فاطمہ بہن اگر تم راضی ہو تو میں تمہاری زمین والا تنازعہ حل کروا دوں۔" انہوں نے ابراہیم کے کہنے پہ انکار کر دیا کہ ان کی خودداری کو گوارا نہ تھا کہ ان پہ بے جا بوجھ ڈالا جائے۔

"ابراہیم بھائی اگر میری قسمت میں ہوا تو مناع کو اس کا حق مل جائے گا اگر ہمارے مقدر میں یہ چیز لکھ دی گئی ہے تو دوسرا نہیں چھین سکتا۔" انہوں نے بات ختم کر دی۔ چار روز پر لگا کر اڑ گئے فاطمہ نے واپسی کا قصد کر لیا۔ جانے سے پہلے انہوں نے مناع کو بھی گاؤں آنے سے منع کیا تھا جانے اس میں کیا راز تھا جو وہ اسے گاؤں آنے سے منع کر گئی تھیں۔ حسب عادت وہ اس نئی سوچ سے الجھنے لگی تھی۔

حامد نے اپنے کچھ وفاداروں کو مناع کی تلاش کے کام پہ لگا دیا۔ وہ خود بھی یہ کام کر سکتا تھا مگر مناع کی نظروں میں آنے کی صورت میں اس کے ہوشیار ہونے کا خطرہ تھا وہ فاطمہ سے بھی یہ بات معلوم کر سکتا تھا مگر یہ خطرہ آڑے آ جاتا کہ وہ چونک جاتیں پھر اس کی تمام محنت پہ پانی پھر جاتا وہ ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرنا چاہتا تھا۔ وہاں بھی اس کے نزدیک چھوٹی سے بھی گنجائش نہیں دی۔ بارہ دن کے بعد مطلوب معلومات اس کے سامنے تھیں۔ اس کے علم میں جو کچھ آیا تھا کچھ اس طرح تھا کہ مناع اپنے رشتے کے خالو ابراہیم احمد کے گھر مقیم تھی جو ایک سرکاری فرم میں اعلیٰ عہدے پہ فائز تھے اس کے ساتھ وہ ایک شو روم بھی چلا رہے تھے۔ مناع زوار ابراہیم کے ساتھ کالج آتی جاتی تھی اس کے علاوہ وہ گھر سے تنہا نہیں نکلتی تھی ہمیشہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوتا اسے ان لوگوں کے گھر والوں کے ساتھ اس کا رویہ محبت آمیز تھا اور یہی بات حامد کو خطرے کے احساس میں ڈال رہی تھی۔ اس کے خیال میں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

* * *

"اسما آئی تھینک بھائی مناع میں انٹرسٹڈ ہیں مگر کسی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کر پا رہے ہیں۔" عباس نے ایک ایک کر کے وہ تمام بے ضرر واقعات بیان کر دیے جو اس کے خیال میں مناع اور زوار کی محبت کا اظہار ہو سکتے تھے۔ کچھ دیر تک فائقہ سوچ بچار میں ڈوبی رہیں پھر ان کے چہرے پہ مسرت کے سب رنگ بکھر گئے۔

"اچھی بات ہے میں آج ہی تمہارے پاپا سے بات

کرتی ہوں مجھے زیاد کی شادی کا بڑا ارمان ہے۔ وہ نوکری پہ اور تم لوگ اپنے اپنے کالج و یونیورسٹی چلے جاتے ہو پیچھے میں اکیلی رہ جاتی ہوں۔ تمہیں کیا پتہ تنہائی کا عذاب کتنا برا ہوتا ہے میری بہو اس گھر میں آئے گی تو میری تنہائی بانٹے گی۔"

وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھیں ایک الوہی جذبے نے ان کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

ممتا کے تمام رنگ اس سے ان کے وجود میں رچے دکھائی دے رہے تھے۔ اب عباس کو منال کا انتظار تھا۔ بابر اور فائقہ نے زیاد کو سرپرائز دینے کے چکر میں کچھ اور ہی سوچ ڈالا تھا انہی فاخرہ اور ابراہیم سے بات کر لی۔ مگر انہیں یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ زیاد منال میں دلچسپی لے رہا ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ سال تین چار بار ہی گیا تھا انہیں بالکل بھی نہیں لگا کہ وہ منال کو پسند کرتا ہے نہ منال کے کسی عمل سے یہ بات ثابت ہوئی تھی۔ کچھ بھی تھا وہ فاطمہ کے سامنے سرخرو ہونے کے تصور سے ہی سرشار ہو گئے۔ فاخرہ کو اندر سے دکھ سا ہوا کیونکہ وہ زیاد کو گویا روشانہ کے دولہا کے روپ میں دیکھ چکی تھیں۔ مگر بعد میں اپنی اس حاسدانہ سوچ پہ خود ہی شرمسار ہو گئیں جب اوپر والے نے روشانہ کو پیدا کیا ہے تو اس کا جوڑ بھی اتارا ہوگا۔ منال کا اس دنیا میں ان کے اور ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے اگر اسے اچھا بر مل گیا ہے تو یہ ان کی بھی خوش بختی ہے۔ انہوں نے رسمی طور پہ فائقہ اور بابر سے کہا وہ فاطمہ سے بات کریں گے۔ فائقہ اسی وقت فاطمہ کے پاس چلنے کو تیار تھیں مگر بات کل پہ ٹل گئی۔ چنانچہ دوسرے روز وہ ان کے یہاں روانہ ہو گئے۔

پرانے وقتوں کی اس شاندار سی حویلی کو دیکھ کر وہ دونوں میاں بیوی متاثر ہوئے اس سارے پس منظر میں فاطمہ کی ذات انوکھی کشش اور عجب طمانیت کی حامل لگ رہی تھی جس کی طرف وہ بے اختیار کھنچے چلے گئے۔ خادمہ نے ان کی آمد کا جب بتایا تو سب سے پہلے فاطمہ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے انہوں نے صاف دلی سے بابر اور فائقہ کو اپنے بارے میں بتا دیا تو وہ ازحد متاثر ہوئے۔ انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ فاطمہ کی بہت سی جائیداد با اثر لوگوں کے قبضے میں ہے مگر فاطمہ نے آج تک اس کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی۔ فائقہ کے دل کو ڈھارس سی ہوئی کہ فاطمہ کا بیک گراؤنڈ بہت مضبوط ہے۔

باہم مشورے پہ فاخرہ اور ابراہیم سمیت فاطمہ نے بھی حامد کی خواہشوں کا بابر اور فائقہ سے ذکر نہ کیا۔ لقد بھی تو بے ہوش ہے پھر انہیں کیا ضرورت تھی اس بات کو اچھالنے کی انہیں یقین تھا اس رشتے کے بعد سلد منال کا نام تک بھول جائے گا۔

* * *

امی اپنے تئیں اسے یہ خوش خبری سنا کر جا چکی تھیں۔ روشانہ چکرا کے سر کو تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔ یہ کیا ہو گیا تھا امی کیا کہہ رہی تھیں ایسا کیسے ہو گیا تھا۔

"او مسیحا بھلا زیاد اور منال۔ نہیں نہیں میرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہے بھلا کہاں زیاد اور کہاں منال۔ اور میں نے جو خواب دیکھے تھے زیاد کو پانے کے اس کی ہمراہی میں میں نے تصورات کی کتنی منزلیں طے کر لی تھیں پھر یہ کیا ہو گیا۔ منال کو میں کتنی معصوم سمجھتی تھی اور وہ کیا نکلی۔ میرے حق پہ ڈاکہ ڈالنے والی غاصب 'ڈائن' مجھے شروع سے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ عباس کا اسے خصوصی توجہ دینا اسے گھر کی ایک ایک چیز دکھانا 'اہم موقعوں پہ اسے بلانا' یہ سب بے سبب نہ تھا میں منال کو چھوڑوں گی نہیں۔" منفی خیالات پوری طرح اسے اپنے قبضے میں لے چکے تھے منال سے اسے بہت نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تکیے میں منہ چھپائے سسک کر رو رہی تھی۔

"آپی! اٹھیں نا اتنا وقت ہو گیا ہے مغرب کی اذان بھی ہو چکی ہے۔" منال نے جب لائیٹ جلا کر اوندھی پڑی روشانہ کی طرف تکی اور دھیرے سے اس کا شانہ ہلایا پر وہ بجلی کی تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ بیٹھی۔ اف اس کی آنکھیں اتنی سرخ ہو رہی تھیں منال کو خوف

آنے لگے۔

"چلیے اس وقت چلی جاؤ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔" روشانہ نے اپنی رکھائی چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اس کے لہجے میں بے پناہ اجنبیت اور بیگانگی تھی۔ منال ہکا بکا سی کھڑی رہ گئی۔

"پتہ نہیں آپی کو کیا ہو گیا ہے جو وہ اس طرح کر رہی ہیں پہلے تو کبھی میں نے انہیں روتے ہوئے نہیں دیکھا ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھیں اور مجھ سے کتنے پیار سے پیش آتی تھیں آج انہوں نے کس طرح بات کی ہے میرا دل کرچی کرچی ہو گیا ہے۔" منال کی آنکھیں بھی برس پڑیں۔

* * *

"اماں آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ حیرت و بے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں وہی کہہ رہی ہوں جو تمہارے دل کی آواز ہے ہم نے تمہارے دل کی بات جان لی تم اسی پہ خوش نہیں ہو آخر تمہاری مرضی بھی تو کوئی ہے۔" وہ مکمل اطمینان سے بولیں تو زیاد کا دل چاہا اپنے سر کے بال نوچ لے سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ انہیں یہ غلط فہمی کیسے ہوئی ہے نہ منال کو پسند کرتا ہے نہ محبت اس نے تو کبھی غور سے منال کو دیکھا بھی نہ تھا کجا کہ یہ محبت۔ سوچتے سوچتے اسے وجہ معلوم ہو ہی گئی یقیناً یہ سب کیا دھرا عباس کا تھا اسے ہی اس کی شادی کا بڑا ارمان تھا وہ بہانے بہانے سے منال کی تعریف کرتا تھا۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر اسے سماہا سے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی وہ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے اس نے ایک لڑکی سے شادی کا وعدہ کیا اس کے ساتھ باہر آتا جاتا رہا کیا وہ کوئی اسٹریٹ لوفر تھا کالج کا ہوا بے تھا جو ایسی گری ہوئی حرکت کرتا۔ اس کی انا بری طرح مجروح ہوئی تھی۔

"پھر بیٹے تمہارا کیا جواب ہے میں منال کی اماں سے بات کر آئی ہوں۔" اسے بہت دیر سے خاموش دیکھ کر فائقہ نے سوال کیا تو وہ دکھ و تاسف سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"جب آپ نے سب کچھ طے کر لیا ہے تو میرا جواب معلوم کرنے کا فائدہ۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا تو فائقہ حیران رہ گئیں۔ بیٹے جانے اس نے یہ کیوں کہا تھا اور اتنا افسردہ ہو کر کیوں گیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔

زیاد سیدھا عباس کے پاس آیا تھا جو ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں پکڑے ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔

"اسے فوراً بند کرو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" زیاد کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا سو عباس کو کسی شوخی کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے چپ چاپ اس کے حکم پر عمل کیا۔

"جی فرمائیے۔"

"تم نے مجھے سماہا کی نگاہوں میں گرا دیا ہے تم نے جھوٹ کیوں بولا کہ میں منال میں انٹرسٹڈ ہوں اس سے محبت کرتا ہوں اس سے عشق کی پینگیں بڑھا رہا ہوں۔" زیاد نے عباس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے زور سے جھنجھوڑا "میں ساری زندگی تمہاری اس غلطی کو معاف نہیں کروں گا آئندہ کے لیے بھول جانا کہ تمہارا کوئی بڑا بھائی بھی تھا۔" وہ اسے چھوڑ کر غصے سے باہر چلا گیا۔ عباس پھٹی پھٹی آنکھوں سے ابھی تک دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اسے شاک سا لگا تھا بھائی کا رویہ کتنا درشت اور اجنبی سا تھا اسے رونا آنے لگا وہ یوں فریب نظر کا شکار ہوا تھا اتنی بڑی غلطی کیسے اس سے ہو گئی تھی کہ وہ زیاد کا مجرم ٹھہرا تھا۔ گھر والوں کو ابھی تک ان کے درمیان کشیدگی کا پتہ نہیں چلا تھا۔ فائقہ نے زیاد کی خاموشی کو اس کی رضامندی تصور کیا تھا۔

منال کی منگنی کا ہنگامہ کچھ دیر قبل ختم ہوا تھا۔ گھر کا تمام سامان بکھرا ہوا تھا ہر چیز بے ٹھکانہ تھی اس نے مدد کروانے کی کوشش کی مگر سماہا نے بھی اسے زبردستی کمرے میں بٹھا دیا تھا کہ اسے کپڑے بھی نہیں بدلنے دیے کہ تمہاری اچھی اچھی تصویریں بنائیں گے۔ پھر وہ اور فائقہ دوسرے کمرے میں گئیں۔ فائقہ

انھیں مناہل کی سسرال کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ ان کے چہرے پہ پھیلا ہوا اطمینان ان کی دلی مسرت کا غماز تھا۔ انھیں ہرگز امید نہ تھی کہ مناہل کا رشتہ اتنی اچھی جگہ طے ہو جائے گا۔

مناہل کے لیے یہ منگنی انتہائی غیر متوقع تھی اسے چند گھنٹے قبل اس بات کا علم ہوا تھا کہ اس کی منگنی ہو رہی ہے۔ اس کا وہی حال ہوا جو حیرت کی زیادتی کے سبب ہوتا ہے۔ اس نے خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیا تھا وہ فاطمہ کا خوشی سے چمکتا چہرا تاریک نہ کرنا چاہتی تھی۔ عباس ابھی اس کے پاس آیا تھا اس نے منگنی کی تیاریوں میں مستعدی، جوش و خروش سے حصہ لیا تھا ورنہ اس کا دل اندر سے بجھا ہوا تھا اس کے دل کی مراد اتنی آسانی سے پوری ہو گئی تھی مگر وہ اندر سے بجھ چکا تھا۔ کیمرے میں کچھ تصویریں باقی تھیں وہ یونہی اس کی تصویریں بنانے لگا وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ مناہل بہت خاموش ہے یہ خاموشی حیا کی وجہ سے نہیں تھی اسے بھی پتہ چل گیا کہ زیاد کی طرح وہ بھی بے خبری میں ماری گئی ہے۔ تصویریں بنانے کے بعد وہ باہر چلا گیا۔ اریشہ اور فاطمہ کچن میں تھیں روشانہ کہیں بھی نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ وہیں سے گھر کے لیے نکل گیا۔ آج اس کا دل ہمیشہ سے زیادہ اداس ملول تھا کتنی ویرانہ بے مقصد گزاری ہو رہا ہے۔

روشانہ نے مناہل سے بات چیت مکمل طور پر بند کی ہوئی تھی اگر مناہل سے اس کا سامنا ہو بھی جاتا تو وہ قہر آلود نفرت بھری نگاہ ڈال کر ہٹ جاتی یا اسے گھورتی رہتی۔ ادھر مناہل بیچاری زبردست الجھن میں تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے روشانہ اس طرح کیوں کر رہی ہے۔

* * *

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی گھر میں صرف مناہل یا روشانہ تھیں جب وہ بار بار بجی تو مناہل نے ریسیور اٹھا لیا۔

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام"

"جی آپ کون؟" اس نے بالکل بھی نہیں پہچانا اس لیے سوال کیا۔

"جی آپ کا خادم خاص ملک حامد اور کون" بڑے خاکسارانہ مگر خباثت بھرے لہجے میں عرض کیا گیا تو وہ کانپ گئی یہ اس کی بزدلی کی انتہا تھی۔

"کک... کک... کیوں فون کیا ہے۔" اس نے ناکام سی لہجے میں سنبھلنے کی کوشش کی۔ دوسری طرف ایئر پیس سے حامد کے ہنسنے کی آواز آنے لگی۔

"اچھا سوال ہے تمہاری کچھ چیزیں ہیں میرے پاس دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"میری چیزیں آپ کے پاس۔"

"ہاں تمہاری چیزیں تمہاری بڑی پیاری تصویریں ہیں میرے پاس اس کے علاوہ ویڈیو کیسٹ میں بھی تم بڑے اچھے لگتے ہو شربا انداز میں ہو۔" حامد ہنسنے لگا تو مناہل لرز گئی جانے وہ کون سی تصویروں کی بات کر رہا تھا۔

"مگر میں نے تو کبھی تصویریں نہیں بنوائیں صرف منگنی پہ میری تصویریں بنی تھیں۔"

"بہت بھولی ہو اس معصومیت پہ تو میں مر مٹا ہوں یہ سائنسی دور ہے مناہل صاحبہ ناممکن کو ممکن کر دکھانے والا۔ بہرحال یہ نمبر نوٹ کر لو اگر مجھ سے ملنا ہو تو فون کر کے بتا دینا وقت مجبوراً مجھے تمہاری وہ نایاب تصویریں تمہاری ہونے والی سسرال پہنچانی پڑیں گی۔" پھر وہ نمبر بولنے لگا مناہل نے خاک نمبر نوٹ ہونا تھا اس کے ہاتھ سے تو ریسیور بھی گر گیا وہ وہیں ڈھے سی گئی۔ اسے بالکل پتا نہ تھا کہ آخر وہ پردہ غیب سے کیا سامنے آنے والا تھا۔ دوسری طرف موجود روشانہ نے نمبر نوٹ کر لیا اس نے بھی [illegible] ریسیور اٹھا لیا تھا اور اب ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن چکی تھی۔ حامد نے ریسیور رکھا تو اس نے بھی رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پہ ایک پراسرار مسکراہٹ رقصاں تھی وہ اپنی کامیابی کے احساس سے ہی مسرور ہو رہی تھی ناکامی و نارسائی کا احساس کہیں دور جا سویا تھا اتنے دنوں سے وہ

جس آگ میں جل رہی تھی اب سرد ہوتی لگ رہی تھی۔

* * *

"نصیب دشمناں طبیعت تو ناساز نہیں ہے میں تو ایسے ہی چلا آیا کہ کئی روز سے مناہل کی شکل نہیں دیکھی اسی بہانے ملاقات ہو جائے گی مگر تم تو کافی کمزور اور شکل سے بیمار لگ رہی ہو۔" عباس بڑے روز بعد اپنے مخصوص انداز میں نظر آ رہا تھا یہ جانے بغیر کہ مناہل کے دل پہ کیا گزر رہی ہے وہ ایک دم سے رونا شروع ہو گئی۔ عباس مبہم سے انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"اچھا چپ ہو جاؤ کیا کسی نے کچھ کہہ دیا ہے اچھا چلو آؤ ہمارے گھر چلتے ہیں کچھ دنوں کے لیے۔ سب تمہیں مس کر رہے ہیں میں آنٹی سے اجازت لے کر آتا ہوں۔" اس کی سنے بغیر وہ باہر نکلا تو روشانہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"اخاہ کیا قلمی سین ہے تم بھی اِدھر ہی ہو میں دراصل مناہل کو لینے آیا ہوں ہمارے گھر لے جانا ہے میں ذرا آنٹی سے اجازت لے لوں پھر تم سے دو دو ہاتھ کرتا ہوں غضب خدا کا میں اتنے روز بیمار رہا تمہیں اتنی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ مجھے فون کر کے پوچھ ہی لیتیں۔ ارے عباس کیسے ہو تمہاری طبیعت کا کیا حال ہے زندہ ہو یا مر گئے ہو۔" وہ زنانہ آواز نکال کر لڑاکا عورتوں والے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا تو روشانہ ہنس پڑی۔ کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ فراموش کر گئی۔ عباس کی کمپنی کی یہی تو بات تھی انسان فریش ہو جاتا تھا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی کوئی تاویلیں پیش کرنے لگی تو وہ اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس کی ساری رگیں وائلن کے کمانوں کی طرح تن سی گئیں۔ رقابت کا زہر اس کے لہو میں جیسے سرایت کرنے لگا۔ عباس کو مناہل کو ساتھ لے جانے کی اجازت مل چکی تھی۔ عباس کے کہنے پہ مناہل نے اپنے کپڑوں کے دو جوڑے رکھ لیے تھے۔ وہ خود اس وقت کسی ہمدرد کی کسی دوست کی ضرورت محسوس کر رہی تھی پھر روشانہ کی نفرت سے بھی بچنے کے لیے اسے فرار چاہیے تھا۔ وہ عباس کے ہمراہ باہر نکل گئی۔

* * *

ان سب کے لیے مناہل کی آمد سرپرائز سے کم نہ تھی فائقہ نے بڑے پیار سے اس کی پیشانی چومی فیضان تو خوشی سے بے قابو سا ہو گیا۔ اب فائقہ کچن میں مصروف تھیں اور وہ دونوں حسب معمول اس کا دماغ کھا رہے تھے کچھ دیر بعد زیاد بھی آ گیا۔ منگنی کے بعد اس نے پہلی بار مناہل کو دیکھا۔ یہ رشتہ تو دوسری قسم کا تھا اس لیے احساس و نگاہ کا بدلنا لازمی امر تھا۔ ملکیت کا احساس خود بخود اس کے ہر انداز میں در آیا گزشتہ تمام باتوں کو بھلا کر اس نے مناہل کے بارے میں سوچا تو وہ اسے اچھی ہی لگی۔

"نہیں نہ کہیں تو میری منگنی ہونی ہی تھی پھر مناہل سے ہی سہی۔" اس سوچ نے اس کے ذہن و دل کو پرسکون کر دیا۔ مناہل اس کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا گئی تھی۔ زیاد کو بے اختیار مناہل سے اپنی پہلی ملاقات یاد آ گئی۔

"نہ جانے یہ لڑکی اتنی گھبراتی کیوں ہے۔" اس نے سوچا۔ خوشگوار ماحول میں رات کا کھانا کھایا گیا کھانے کے بعد مناہل نے سب کو چائے خود سرو کی۔ انکل آنٹی اس کے بعد سونے کے لیے اٹھ گئے۔ زیاد فون کرنے لگا فیضان اٹھ گیا اور عباس کو بھی ضروری کام یاد آ گیا۔ یہ سب اتنے غیر محسوس انداز میں ہوا کہ مناہل کو پتہ ہی نہ چل سکا کیونکہ وہ بڑے انہماک سے ٹی وی پہ نشر ہونے والا ایک انتہائی مشہور و مقبول پرانا ڈرامہ دیکھ رہی تھی جس میں واقعات پل پل رنگ بدل رہے تھے زیاد جو کسی کو فون کر کے مڑا تو اس کی بغل میں آ بیٹھا اس نے ایک دو ثانیے رک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو ہائی گڈ۔" اس کے منہ سے پہلا جملہ یہی برآمد ہوا جس میں بے پناہ تاسف تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مناہل سے کیسے بات کرے۔ وہ انتہائی ذہین و باصلاحیت تھا کہ پورے پولیس محکمے کو اس پہ فخر تھا

اس وقت وہ خود کو بے پناہ لاچار محسوس کر رہا تھا بات ہی ایسی تھی دوسری طرف سے ابراہیم انکل نے اسے بتایا تھا منال کی والدہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے زیاد سے کہا کہ وہ کسی طرح بھی منال کو سچائی کی سنگینی سے لاعلم رکھے نہ جانے وہ کیسے اتنا بڑا صدمہ سہار پائے گی۔ زیاد نے پہلے بابر صاحب کو جگا کر اس صورت حال سے آگاہ کیا اور پھر دوبارہ منال کے پاس آیا جو اسی طرح زارا کے روم میں بیٹھی تھی جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ اسے منال پہ بہت ترس آیا۔ اس لمحے وہ اسے اپنے دل سے بہت قریب محسوس ہوئی۔

"منال۔" اس کا لہجہ اتنا نرم دھیما اور دلکش تھا کہ اسے اپنی سماعتوں پہ شبہ سا ہوا واقعی زیاد نے ہی اس کا نام لیا تھا۔

"منال۔" دوبارہ اسے پکارا گیا تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا... کیا بات ہے۔" وہ بری طرح گھبرا گئی تو زیاد کو ہمدردی کا احساس شدید ہو گیا تھا اور اس کے کندھوں پہ دونوں ہاتھ رکھے وہ بدک سی گئی بدحواسی و بے اختیاری کی تحریر کوئی اناڑی بھی منال کے چہرے سے اس وقت پڑھ سکتا تھا وہ تو پھر زیاد تھا اس نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے پہ باندھ لیے "منال آپ کی امی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"کک... کیا۔" منال ہکلا گئی لمحوں میں اس کی آنکھیں جل تھل ہو گئیں پھر اسے اپنی چیخوں پہ کوئی اختیار نہ رہا عباس اور فائقہ سب سے پہلے منال کے پاس آئے اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ فائقہ اسے زبردستی بمشکل تمام گاڑی تک لائیں۔ زیاد نے تمام دروازوں کو لاک کیا اور چوکیدار کو ہدایات دے خود بھی گاڑی میں آ بیٹھا۔

پونے تین بجے کے قریب وہ گاؤں پہنچے دروازے سے آگے وسیع برآمدے میں بہت سے مرد و زن جمع تھیں۔ منال کو صورت حال جاننے میں سیکنڈ بھر کی بھی دیر نہ لگی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی فائقہ کی بانہوں میں لڑھک گئی۔ اسے چند ثانیے کے لیے ہوش آتا تو اس صدمے کا احساس ہوتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو جاتی۔ فاطمہ کی موت کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں گاؤں والوں کے مطابق کوئی چور فاطمہ کے گھر چوری کرنے کے لیے گھسا پر اس کی طرف سے مزاحمت پر چور نے گلا گھونٹ کر اسے مار دیا بس اتنی سی کہانی تھی۔ مگر زیاد کی زیرک نگاہوں نے پل بھر میں بھانپ لیا اس کے پیچھے کوئی اور ہی راز ہے کیونکہ فاطمہ کے کمزور جسم میں مزاحمت کی رمق تک نہ تھی۔ پھر کچھ اور چیزیں بھی تھیں جو اس کے ذہن میں شک ڈال رہی تھیں مگر اس نے اظہار نہیں کیا۔ بیچ بچے فاطمہ کا جنازہ اٹھا تو کہرام برپا ہو گیا خود زیاد جیسے شخص کو بھی فاطمہ کے قتل کا بہت افسوس تھا منال بے جان سے انداز میں فائقہ کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی رو رو کر اس کے آنسو ختم ہو چکے تھے اور گم صم بیٹھا ہوا تھا اب گھر میں چند افراد تھے جو بھی فاطمہ کے پڑوسی تھے۔ تھوڑی دیر بعد سب چلے گئے۔ اب صرف قاضی، فائقہ، ابراہیم اور عباس ہی تھے فیضان، زیاد، روشانہ، بابر وغیرہ چلے گئے تھے ان سب کا ارادہ کل پھر آنے کا تھا اگرچہ آنے جانے میں ہی دس گھنٹے صرف ہو جاتے تھے مگر اس کڑے وقت میں ان کے سوا منال کا تھا ہی کون۔ وہ سب دل کی گہرائیوں سے اس کا دکھ محسوس کر رہے تھے اور دکھی بھی تھے۔ واپسی میں روشانہ زیاد کی گاڑی میں بیٹھی وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا اور بہت منتشر لگ رہا تھا۔

اگلے آنے والے چار دن قاضی، ابراہیم اور فائقہ سمیت منال کے گھر ہی رہے۔ فائقہ نے روشانہ سے کہا تھا کہ وہ ان کی طرف بھی چکر لگاتی رہے جانے بوا نصیبن نے گھر کا کیا حشر کیا ہو۔ اسی سوچ کے زیر اثر انہوں نے روشانہ کو گھر کا خیال رکھنے کو کہا تھا اس نے بخوبی یہ ذمہ داری نبھائی بلکہ اس رات تو وہ ان کی طرف ہی رک گئی کیونکہ ارشی بھی میکے آئی ہوئی تھی اب شہلا بھی اکیلی نہ تھیں اس لیے وہ بے فکر ہی تھی۔ اس نے نوٹ کیا کہ عباس منال کے ساتھ

ہونے والے واقعے کی وجہ سے بہت چپ چپ تھے۔ کھانے کے بعد وہ مزاحیہ لطیفے سنانے لگی جو انہیں پڑھائی کے دوران پیش آئے۔ عباس اداس ہی رہا۔ پھر وہی بلقیس روشانے کے وجود کا گھیراؤ کرنے لگی وہ سر جھٹک کر زیاد کی طرف متوجہ ہو گئی جو چائے کا مگ تھامے ہلکے پھلکے چسکیاں لے رہا تھا اس نے کھانے کا اتنا تکلف نہ کیا تھا۔ گھر کے آرام دہ شلوار سوٹ میں ملبوس قمیص کی آستین موڑے وہ بے پناہ جاذب نظر لگ رہا تھا پھر عباس جمائیاں لیتا اٹھ کھڑا ہوا اور سونے کے لیے چلا گیا زیاد البتہ وہیں تھا۔ وہ بھی اس کے برابر صوفے پہ بیٹھ گئی جو چائے کا مگ رکھ کر اس طرف آ گیا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں موڑتے ہوئے وہ بے پناہ مضطرب لگ رہی تھی۔ زیاد کی متلاشی نگاہوں سے اس کی یہ کیفیت پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"روشانے آپ کچھ پریشان ہیں؟" وہ نرمی سے بولا تو اس نے ایک ثانیے کے لیے نگاہیں اٹھا کر زیاد کو دیکھا۔

"آپ کی مناہل کے ساتھ کمٹمنٹ تھی؟" اس نے ایسے وقت میں اس سے عجیب سا سوال کر دیا وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ فاطمہ کی موت کی وجہ سے افسردہ ہے۔

"ابھی آپ نے یہ سوال کیوں کیا ہے میرے لحاظ سے تو یہ غیر ضروری ہے میری شادی کہیں نہ کہیں تو ہونی ہی تھی پھر مجھے کبھی اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ کسی کے ساتھ کمٹمنٹ ہی کر سکوں سو مما بابا کی بات مان لی یہ کمٹمنٹ والا قیاس عباس کا پھیلایا ہوا ہے اسی وجہ سے میری اس سے بات چیت ابھی تک بند ہے جب تک وہ مما بابا کو اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کرے گا یہ ناراضگی برقرار رہے گی میں اس طرح کا شخص نہیں ہوں نہ ہی مصروف روٹین میں مجھے رومینس یا فلرٹ کا ٹائم نہیں ملا اور عباس نے تو افسانے بنا لیے۔ رہی ایک بات یہ آپ کی کزن ہے جتنی ہونق ہر وقت ہراساں اور گھبرائی رہتی ہے جبکہ مجھے پراعتماد بہادر لڑکیاں اچھی لگتی ہیں ابھی تک آپ کی کمپنی میں مناہل میں وہ اعتماد نظر نہیں آیا جو آپ کی شخصیت کا حصہ ہے۔" زیاد کے تعریفی انداز سے وہ خوش ہو گئی۔

"آپ نے مناہل کے بارے میں چھان بین کی میرا مطلب ہے اس کی صفات، خوبیاں، خامیاں وغیرہ کو پرکھا۔" اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ دل کی بات کیسے زبان پہ لائے۔

"جہاں تک چھان بین کی بات ہے تو مما بابا نے مطمئن ہو کر ہی منگنی کی ہے رہی علاوہ خوبیاں، خامیاں تو وہ ساتھ رہ کر ہی پتہ چلیں گی مگر مجھے حیرت ہے آپ اپنی کزن کے بارے میں ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔"

"آپ پولیس والے تو بڑے جہاں دیدہ ہوتے ہیں بس ایسے ہی سوچا آپ کے خیالات تو معلوم کیے جائیں۔" وہ بڑی مشکل سے بات کرتے کرتے موضوع بدل گئی۔

* * *

جو کچھ خالہ ماجدہ نے اسے بتایا اس نے مناہل کے حواس ہی گم کر دیے تھے۔ جب فاخرہ اور وفا سہ پہر کو ذرا آرام کرنے لیٹیں تو تب خالہ ماجدہ رازدارانہ انداز میں چوکنی ہو کر ادھر ادھر اسے ڈھونڈتی باہر پیچھے کی طرف بنے کمروں کی قطار کی طرف آئیں مناہل وہیں تھی ان کے پراسرار انداز سے خائف ہو گئی۔

"مناہل پتر مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" مناہل انہیں کمرے میں لے گئی۔

"مناہل پتر فاطمہ نے اپنے مرنے سے صرف ایک دن پہلے مجھ سے حلف لے کر یہ باتیں کہیں اور میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں۔ کچھ روز پہلے فاطمہ ملکوں کی حویلی گئی تھی بڑے ملک کے پاس اپنی زمینوں کے سلسلے میں پر ملک افتخار نے فاطمہ بہن سے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا دوسرے روز حامد تمہارے گھر تو جب وہ یہاں سے گیا تو بہت غصے میں تھا۔ فاطمہ نے اسی وقت مجھے بلوایا اور کہا کہ اگر میں نہ رہوں تو مناہل دھمکی سے کہنا آئندہ بھی یہاں مت آئے اور جس

طرح سے بھی ہو سکے حامد سے اپنا آپ بچائے۔ جس رات فاطمہ کا قتل ہوا اس دن حامد پھر تمہارے گھر آیا تھا جب وہ نکلا تو میں گئی کیونکہ وہ بڑا گھبرایا اور پریشان سا لگ رہا تھا میں نے اپنی چھت سے اسے دیکھا۔ جب میں تمہارے گھر گئی تو دیکھا فاطمہ۔۔۔" وہ جملہ مکمل نہ کر سکیں اور رونے لگیں۔ مناج کو بات کی تہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگی کہ اس کی اماں کا قاتل حامد ہے نہ جانے اس شقی القلب نے اس کی اماں کو کیوں مار دیا تھا۔ اس کا خون اندر ہی اندر جوش کھانے لگا۔ اماں اسی کی وجہ سے ہی قتل ہو گئیں پہلے چچا اور اب اماں۔ حامد نے کیوں ان کا گلا گھونٹ ڈالا۔ خالہ ماجدہ کے جانے کے بعد سے اب تک وہ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی کسی غیر مرئی شے کو گھور رہی تھی۔

"میں اس ذلیل حامد کو چھوڑوں گی نہیں چاہے میرے ساتھ کچھ بھی ہو جائے۔" ایک نئے عزم و حوصلے سے اس کی ساری مایوسی ختم ہو گئی۔

وقت کا کام زخم مندمل کرنا ہے سو آہستہ آہستہ وہ بھی نارمل زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی مگر اب بھی اکثر اماں کی یاد اسے بے چین رکھتی۔ کچھ دن بعد وہ سب کے ساتھ راولپنڈی چلی گئی۔

* * *

اس پرشکوہ بنگلے کی ہر چیز نفیس اور قیمتی تھی۔ حامد نے اسے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ روشانہ نے متاثر ہونے والی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا اور اس کا شانہ دبا کر بیٹھ گئی۔

"آج آپ ہیں روشانہ مناج کی کزن مگر آپ اس کے خلاف میرے ساتھ کیوں ہیں شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے مناج کا کیا حشر کرنا ہے صرف اسی کی وجہ سے اس کے چچا نے میرے اوپر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی اور میں نے۔۔۔" یکدم حامد کو جیسے ہوش آ گیا اور وہ خاموش ہو کر روشانہ کو گھورنے لگا تو خوف کی ایک لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ ایک ثانیے کے لیے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے یہاں آ کر غلطی کی ہے مگر پھر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"میری کزن ضرور ہے ساتھ میری خوشیوں کی قاتل ہے میری آنکھوں کے خواب اس کی پلکوں پہ سج گئے ہیں اس نے مجھ سے زوار کو چھین لیا ہے میں چاہتی ہوں کہ مناج کے ساتھ کچھ ایسا ہو کہ زوار خود بہ خود اس سے دستبردار ہو جائے۔" اس وقت وہ نرم و نازک لڑکی نہیں بلکہ خون آشام ڈائن لگ رہی تھی حامد مسکرا دیا۔

"ویل ڈن اب بات بنی ہے آپ فکر مت کریں مناج کی طرف میرے بڑے حساب ہیں اس کے لیے میرا بہت سا پیسہ، وقت خرچ ہوا۔ ذلیل الگ ہوا ہوں اس کا وہ حال کروں گا کہ۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں میں نے مناج کی اماں کے بارے میں جو کہا ہے وہ بھی بھولے سے بھی آپ کی زبان پہ نہیں آنا چاہیے ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔" اس کا لہجہ اتنا سفاک اور خطرناک تھا کہ روشانہ کے بدن پہ چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

* * *

"خالو میں چاہتی ہوں کہ جو زمین ناجائز طور پہ ملکوں اور دوسرے بااثر لوگوں کی قبضے میں ہے وہ کسی طرح مجھے مل جائے۔" اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

"میں نے بھی ایک بار فاطمہ بہن سے یہ کہا تھا تو اس نے انکار کر دیا تھا۔ ہائی کورٹ کا ایک بہت اچھا وکیل میرا دوست ہے۔ اس طرح کے معاملات میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ میں اس سے بات کروں گا انشاءاللہ تمہیں تمہارا حق مل کر رہے گا۔" ابراہیم نے اسے تسلی دی۔ ساتھ وہ اندر سے فکرمند بھی تھے کیونکہ مناج کی حیثیت انہیں غیر محفوظ لگ رہی تھی فاطمہ کے قتل کے بعد کسی حد تک وہ بھی حقیقت سے واقف ہو گئے تھے مگر اظہار کرنے سے قاصر تھے اس لیے پہلے انہوں نے شاہد سے اور پھر فاخرہ سے بات کی۔

"مناج اماں کی وفات کے بعد اکیلی رہ گئی ہے میں

چاہتا ہوں کہ جلد از جلد زیاد اور متاع کا نکاح کر دیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے متاع کے حقوق کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے کیونکہ فاطمہ بہن متاع کو میرے سپرد کر کے گئی ہیں اب متاع کلی طور پہ میری ذمہ داری ہے۔ میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہوں۔" تایا فقط اور پھر فوراً ان کے زیاد بھی راضی ہو گیا۔ انتہائی سادگی سے گھر کے افراد کی موجودگی میں اس کا نکاح زیاد سے ہو گیا تو روشانہ پہ بجلی سی گر پڑی اس نے حامد سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہ مل سکا تھا۔

رات کو اس نے پھر فون پہ حامد کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو ملک حامد ہیں؟ اچھا کب تک آئیں گے؟ ٹھیک ہے جب آئیں گے تو میں پھر خود فون کر لوں گی۔" روشانہ نے ریسیور رکھا تو متاع لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کے آگے سے ہٹی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ اتفاق سے اس نے روشانہ کی گفتگو سن لی تھی تب ہی اسے اپنی عزت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ بہت سے آنسو اس کی آنکھوں کی حد سے باہر آ کر اس کے گال بھگونے لگے جانے روشانہ نے اس سے کس چیز کا انتقام لیا تھا۔

"عباس بھائی میرا ایک کام کریں گے؟"

"ایک نہیں سو کام کروں گا میری بہن بتائے تو سہی۔"

"اصل میں مجھے زیاد صاحب سے بات کرنی ہے۔" بلا خوف اٹک کر اس نے کہہ دیا۔ عباس کے چھت پھاڑ قہقہے نے اسے دہلا دیا۔

"ارے کیا اب وہ صاحب ہو گئے ہیں۔" عباس بہت شریر ہو رہا تھا مگر متاع کی روہانسی آواز سن کر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات کرنی ہے؟"

"مجھے ان سے ہی بات کرنی ہے کیا مجھے ان کا فون نمبر مل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں یہ لو لکھو۔" پھر وہ اسے زیاد کا نمبر لکھوانے لگا۔ متاع نے فون بند کر دیا اور عباس کو دیا نمبر ملانے لگی۔ مگر زیاد آفس میں موجود نہیں تھا وہ تین بار ٹرائی کرنے کے باوجود زیاد سے بات نہ ہو سکی تو وہ جھنجھلا گئی اور دوبارہ عباس کو فون کیا۔

"میں کرتا ہوں بھائی جیسے ہی آئیں گے آپ کی طرف بھیج دوں گا۔" عباس بولا۔ اس کی بھائی سے بات ہو چکی تھی اور وہ بہت خوش تھا۔

"ہاں۔" اس نے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا پھر کہہ کر پچھتائی۔

"اونہوں نہیں ایسے نہیں کرنا ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کیا کروں۔ تمہیں لینے آ جاؤں کیونکہ ابا پھپھو کے گھر لاہور گئے ہوئے ہیں اور یہاں ہم دونوں مکھیاں مار رہے ہیں تمہاری آمد خوشگوار ثابت ہو گی۔"

"پر لوگ کیا کہیں گے۔"

"لوگ بھاڑ میں جائیں لوگوں کو میں ابھی تمہیں لینے آ رہا ہوں تم فکر مت کرو کہ آنٹی سے میں نے کیا کہنا ہے۔" وہ اسے ترکیب بتانے لگا تو متاع کی سانس میں سانس آئی۔ پھر سچ مچ وہ اسے لینے آ گیا جانے فاطمہ اور اس میں کیا کیا باتیں ہوئیں کہ انہوں نے اس کے جانے کوئی اعتراض نہ کیا۔ متاع کے اندر جو چور بیٹھنے کا احساس پیدا ہوا چلا جا رہا تھا۔

نئے رشتے سمیت وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ حامد کی آوارگی اور ہوسناکی سے محفوظ رہنے کے لیے اسے زیاد کی عیاشی اور رنگین مزاجی منظور تھی کم از کم اسے اپنا تو رہا تھا۔ اسے اپنی زندگی داؤ پہ لگی تھی فاطمہ اور ابو کے قاتلوں کو عدالت کے کٹہرے تک لانا تھا اپنی عزت بھی بچانی تھی مگر اس کی پشت پہ زیاد کی مضبوط شخصیت ہوتی تو سب ناممکن ممکن تھا یہ سب سوچتے ہوئے وہ بے حد خود غرض ہو گئی تھی اماں کی موت نے اسے سر تا پا بدل کر رکھ دیا تھا وہ مضبوط پر عزم اور ہوشیار ہو گئی تھی اسے اپنی بقا کے لیے یہ سب کرنا ہی تھا۔

"بھائی آ گئے ہیں میں نے کہہ دیا ہے تمہیں ان سے ضروری کام ہے وہ چینج کر کے آتے ہیں تم بیٹھو

نے ذرا اس کا چہرہ دیکھا جیسے نگاہوں تاثرات کا تعاقب کیا ہے۔" وہ اپنی شرارتی مسکراہٹ چھپاتا چلا گیا۔ وہ بک شیلف کے پاس سے ایک کتاب اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگی قدموں کی آہٹ پہ اسے سر اٹھانا پڑا وہ زیاد ہی تھا۔

"کیسی ہیں صنا خیریت تو ہے ناں عباس نے آتے ہی ڈرا دیا کہ آپ پریشان ہیں اور کوئی ضروری بات کرنے والی ہیں یہ سنتے ہی میں یونہی اٹھ کر چلا آیا دیکھ لیں یونیفارم بھی نہیں بدلا ہے۔" وہ نارمل انداز میں بات کر رہا تھا سو اس کے دل کو ڈھارس سی ہوئی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اب یہ مجھے پہلے سے ٹھیک لگ رہی ہیں بلکہ خاصی ٹھیک ٹھاک۔" اب کے زیاد نے خالصتاً مردانہ استحقاق بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کی گھنی جھالر چادر میں چھپی ہوئی تھی اور گلابی پاؤں نازک اسٹائلش کی جوتی میں مضطرب سے تھے جنہیں وہ بار بار زمین سے رگڑ رہی تھی۔ خوامخواہ اپنی مومی انگلیاں چٹخانے لگی۔

"بس کیا بات ہے شروع ہو جائیے۔" وہ کیپ سر سے اتار کر بال ٹھیک کرنے لگا۔ وہ بچاری گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی جیسے اپنے تئیں گھر چھوڑ آئی تھی بھلا وہ کیسے کہے کہ زیاد اس کا مدعا بھی جان لے اور اس کا بھرم بھی رہ جائے آخر اس شخص کے سامنے میری ساری ہوشیاری اڑنچھو کیوں ہو جاتی ہے بھلا زیاد میرے بارے میں کیا سوچے گا اچھا سوچتا رہے جو بھی سوچتا چاہے۔" اس نے آنکھیں بند کر کے کہہ دیا۔

"پلیز مجھ سے جلدی شادی کر لیں مجھے ڈر لگتا ہے۔" پہلے تو وہ حیران ہوا پھر اسے اپنی مسکراہٹ چھپانی دشوار ہو گئی وہ اس کے دونوں فقروں میں ربط تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا صنا سمجھی کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"امی کے بعد میں اکیلی ہو گئی ہوں بالکل بے سہارا مجھے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ آپ سے بڑھ کر کون بہتر ہو گا۔" جذباتی پن کی اس کیفیت میں اس نے وہ سب کہہ دیا جو شاید عام حالات میں کہنے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔

"بھئی آپ اکیلی کہاں ہیں میں جو ساتھ ہوں۔" زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے نزدیک بیٹھ گیا تو صنا کے رونے میں کمی آنے لگی۔ اسے اب احساس ہوا کہ اس سے شاید حماقت ہو گئی ہے اگر وہ یہاں مجبور تھی تو یہ سب اسے زیاد سے براہ راست نہیں کہنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس کا انداز ایک دم بدل گیا تھا اس نے صنا کے سراپے کو جو نگاہوں کے حصار میں لے لیا تھا۔

"پھر تاریخ اور دن کا بھی تعین کر دیں تاکہ بارات لے کر آنے میں آسانی رہے۔"

"پلیز آپ تو میرے ساتھ مذاق مت کریں جن حالات سے میں اس وقت گزر رہی ہوں انہی حالات نے مجھے یہاں آنے پہ مجبور کیا ہے۔" "مذاق کون کر رہا ہے اسے پہلے اپنے اور اس کے درمیان تعلق کی خوب صورتی کا احساس ہی نہ تھا۔

"حالات کا مجھے بھی اندازہ ہے مگر صنا یہ مناسب ہو گا کہ پہلے آپ اپنی تعلیم مکمل کر لیں تھوڑی اور میچور ہو جائیں۔ میں مرد ہوں مجھے کوئی مشکل نہیں ہے مگر آپ میری وائف کی ذمہ داری شاید ابھی نہ نبھا سکیں۔"

"مجھے بھی مشکل نہیں ہو گی میں نے دیہات کی کھلی فضا میں پرورش پائی ہے شہری لڑکیوں سے زیادہ میچور ہوں۔" اس وقت صنا کے سامنے صرف ایک ہی پوائنٹ تھا کہ زیاد رخصتی پہ رضامند ہو جائے ورنہ آنے والے دنوں میں شاید حامد اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جاتے یہ اس کی سوچ تھی۔ اس وقت قدرے ضدی اور اپنی بات پہ اڑی صنا زیاد کو اتنی دلکش لگی کہ وہ بے اختیار سا ہو گیا۔

"مجھے منظور ہے ابھی اسی وقت۔" صنا کے چہرے کا رنگ اس کی جرات پہ اڑ سا گیا اسے زیاد سے اس درجہ جیالی کی امید نہ تھی وہ بجلی کی تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ گئی۔ عباس زور زور سے کھانستا اندر داخل

ہوا تو صناع شرمندہ سی ہو گئی۔

* * *

"مما مجھے روشانہ شروع سے ہی پسند ہے اب جب بھائی کی بات فائنل ہو چکی ہے تو آپ میرا پروپوزل لے جائیں اس سے پہلے کہ کوئی اور اسے بک کر لے" عباس بڑے لاڈ سے اپنا سر کاشفہ کے کندھے پر رکھے کہہ رہا تھا۔

"اللہ اللہ کیا زمانہ آگیا ہے اب لڑکے خود کس بے شرمی سے والدہ محترمہ کے حضور اپنی پسند و ناپسند بیان کرنے لگے ہیں۔" لقمان اس کی بات سن چکا تھا اور اب چھیڑ خانی کی تیاری کر رہا تھا۔ عباس کھسیا گیا اسے معلوم نہ تھا کہ لقمان بھی موجود ہے اپنے تئیں تو اس نے اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد ہی بات کی تھی مگر وہ جانے کب سے ادھر چھپا ہوا اس کا حرف بہ حرف سن چکا تھا اب اس کا ریکارڈ لگانا لازمی تھا۔ کاشفہ دونوں کی نوک جھونک پر مسکرانے لگیں۔

روشانہ ملک حامد سے رابطہ کرنے کی کوشش کر کے تھک گئی تھی اس نے اپنے جو تین نمبر دیئے تھے ان میں سے کسی ایک پہ بھی وہ دستیاب نہیں تھا وقت تھا کہ تیزی سے گزرتا جا رہا تھا اور وہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا پھر ایک روز اس کے ملازم سے بات ہو گئی اس نے بتایا ملک حامد ہسپتال میں اپنے والد صاحب کے پاس ہیں جن کو ہارٹ کا زبردست اٹیک ہوا ہے اور وہ زندگی و موت کی کشمکش میں ہیں۔ اب وہ اس کی غیر حاضری کی وجہ جان گئی۔ اب اسے جو کچھ کرنا تھا خود کرنا تھا اگر وہ اس موڑ پہ ذرا بھی سستی دکھاتی تو زیاد کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتی۔ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا اس نے صناع کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا وہ سمجھی کہ روشانہ آپا نے شاید — اپنی ناراضگی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لیے اسے بلوایا ہے۔ وہ خوشی خوشی اس کے بلاوے پہ دوڑی گئی۔

"بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے اس کا ذکر کسی سے مت کرنا خاص طور سے گھر میں اس کا کھلا تمہاری عقل منڈی چا ہے۔ صناع میرے اور زیاد کے درمیان سے ہٹ جاؤ میں اسے اس وقت سے چاہتی ہوں جب تم نے اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھا تھا میں زیاد کو پاگل پن کی حد تک چاہتی ہوں وہ میرا آئیڈیل ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور زیاد سے دستبردار ہونے کو تیار نہ ہوئیں تو میں ملک حامد والی کہانی اور تمہاری قابل اعتراض تصویریں زیاد تک پہنچا دوں گی اس کے پاس تمہارے بڑے زبردست پوز ہیں اور جو کمپیوٹر ٹیکنکس کے ساتھ تمہاری جو رومینٹک مووی ہے اگر زیاد نے دیکھ لی تو تمہیں یہ رخصتی کروانے سے پہلے ہی قتل کروا دے گا کیونکہ وہ اتنا بے غیرت نہیں ہے تمہاری جیسی لڑکی کو اپنا لے گا وہ ایسا ویسا نہیں ہے اس کی شرافت کی مثالیں سارا محلہ دیتا ہے بھلا وہ تم جیسی لڑکی سے شادی کرے گا جس کی قابل اعتراض تصویریں ایک عیاش جاگیردار کے پاس ہیں۔"

"اُف روشانہ آپا آپ اتنی سنگدل بھی ہو سکتی ہیں" اس کا اندازہ صناع کو پہلی بار ہوا۔ اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تو پورے بدن میں کرچیاں ہی کرچیاں چبھ گئیں۔

"مگر آپ جانتی ہیں وہ تصویریں جعلی ہیں میں ایسی لڑکی نہیں ہوں میں نے ملک حامد کی کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی ورنہ میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا جو اب ہو رہا ہے۔"

"کون یقین کرے گا تمہاری باتوں کا اور ہمارے یہاں کے مرد غیرت اور عورت کے معاملے میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔ زیاد کو تم میرے لیے چھوڑ دو اگر میری بات مان لی تو ملک حامد کے ہاتھوں بے عزت ہونے سے بچ جاؤ گی ورنہ حامد تمہاری وہ شاہکار تصویریں اس محلے کی ایک ایک دیوار پہ آویزاں کر دے گا اس لیے فوراً شادی سے انکار کر دو۔"

"مگر میرے پاس انکار کا کوئی جواز تو ہو۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"کبھی کبھی انکار کا جواز نہیں ہوتا۔" روشانہ کی آنکھیں شعلے کی طرح دہک رہی تھیں۔ صناع کے دل

کو کسی نے پوری قوت سے مسل دیا۔

"نہ جانے میں نے ابھی اور کیا کیا دیکھنا ہے۔" وہ بہت دل گرفتہ ہو رہی تھی۔

"منال بیٹا تم ہوش میں تو ہو۔" ابراہیم آئے حیرت سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"جی خالو میں یہی کہہ رہی ہوں کہ میں زیاد کے ساتھ شادی کے لیے راضی نہیں ہوں۔" اس وقت وہ شرمندگی کے جس مرحلے سے گزر رہی تھی وہی جانتی تھی باپ جیسے خالو کے سامنے یہ اختلاف اسے زندہ درگور ہونے پہ مجبور کر رہی تھی۔

"آخر کیوں یکایک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں نکاح سے پہلے یہ بات سوچنی چاہیے تھی۔"

"تب اس وقت نہیں سوچی تھی مگر اب فیصلہ کر لیا ہے میں نے زیاد ایک رنگین مزاج شخص ہے میں ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"تمہیں زیاد کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے وہ تو بہت باکردار اور عمدہ لڑکا ہے۔"

"آپ اس باکردار اور عمدہ لڑکے کی شادی اپنی بیٹی سے کیوں نہیں کر دیتے۔ مجھے انکار ہے اس رشتے سے آپ بات ختم کروا دیں۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئی کیونکہ اور زیادہ دیر وہاں ان کے سامنے کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے کتنی بے خیالی سے ان کے سامنے سب کچھ کہہ دیا تھا اپنی عزت اور روشانہ کے مجبور کرنے پہ۔ مگر خالو تو یہ بات نہیں جانتے تھے ناں۔ اب وہ منال کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اس کی بلا سے۔ وہ تو دونوں طرف سے پھنسی ہوئی تھی آگے کنواں اور پیچھے کھائی والا معاملہ تھا۔

* * *

ان کا پورا گھر ہی منال کے انکار کی وجہ سے متفکر تھا سب سے زیادہ دکھ تو عباس کو ہوا تھا ادھر زیاد کی مردانہ انا پہ ضرب پڑی تھی کہاں تو ایک دن آ کر اس نے رخصتی کی درخواست کر دی تھی اور آج اس کی طرف سے انکار بھی آ گیا تھا کہ وہ راضی نہیں ہے چند دن کے اندر اندر اس میں یہ تبدیلی کیسے آ گئی تھی۔

"ممی! آپ نے کیسے برداشت کر لیا اور منال کو میری توہین کرنے کی ہمت کیسے ہوئی جو بھی یہ بات سنے گا مذاق اڑائے گا میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" زیاد وفا نقوی کے سامنے مضطرب سا بیٹھا تھا خود وفا نقوی کا بھی یہی حال تھا۔

کالج ٹائم ختم ہونے پہ وہ جونہی گیٹ سے باہر نکلی اس کے قریب کسی گاڑی کے بریک زور دار آواز میں چرچرائے وہ اچھل کر پیچھے ہٹی۔ زیاد گاڑی کا دروازہ کھول کر اتر رہا تھا اس نے منال کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پہ انکار کی تحریر بڑی واضح تھی۔ زیاد نے اس کا بازو پکڑا اور اسے فرنٹ سیٹ پہ تقریباً دھکا دے کر بٹھایا۔ اسے اس بات کی بالکل پروا نہیں تھی کہ لوگ انہیں کن حیرت بھری سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اب گاڑی کو ایک سنسان کم ٹریفک والی سڑک پہ ڈال چکا تھا۔ جس کے دونوں طرف بلند و بالا درخت تھے آس پاس کسی آبادی کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اگر زیاد اسے یہاں مار کر پھینک بھی جاتا تو کسی کو پتہ نہیں چلتا اندر سے وہ بری طرح خوفزدہ تھی زیاد کی اس حرکت کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ اسے سب کچھ پتہ چل چکا ہے اور اب وہ اس کا "کام تمام" کرنے کے لیے اسے اس ویرانے میں لایا ہے۔

چند منٹ کے بعد اس نے ایک طرف کچے راستے پہ اتر کر گاڑی روک لی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ چند منٹ کے بعد اس نے منال کی طرف رخ کیا۔

"پوچھ سکتا ہوں محترمہ آپ کے اس انکار کا سبب کیا ہے کہاں تو آپ فرما رہی تھیں پلیز جلدی سے رخصتی کرا لیں اور کہاں یہ انکار۔ اچانک مجھ میں کیا برائی دکھائی دینے لگی۔" اس کا لہجہ سرد طنزیہ اور روکھا تھا اس میں اپنائیت کی رمق تک نہ تھی۔

"مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی ہے آپ کسی اور لڑکی سے کر لیں۔ روشانہ آپی سے کر لیں وہ بہت اچھی ہیں۔" اس کی بہادری کا جواب اسے زیاد کے بھرپور تھپڑ

کی صورت میں ملا۔

"میں اب اور اپنی توہین نہیں کروا سکتا مجھے شادی تمہارے ساتھ ہی کرنی ہے آئندہ کوئی انکار نہ سنوں۔ بصورت دیگر مجھے اپنی بات منوانی آتی ہے۔" تھپڑ کھانے کے بعد مناحل بالکل ہی بے جان ہو گئی تھی اب وہ دیوار کے ساتھ ٹک کر بیٹھی ہوئی تھی۔ زیاد اسے گھر چھوڑ کر گیا تو جانے سے پہلے پھر وارننگ دینا نہیں بھولا تھا۔

وہ بے چینی سے بستر پہ کروٹیں بدل رہی تھی نیند کسی طرح آ کے نہ دے رہی تھی وہ اپنے رخساروں پہ ہاتھ پھیرتی جہاں زیاد کی انگلیوں کے نقش ثبت ہو کر رہ گئے تھے ہاتھ پھیرنے سے اسے نئے سرے سے تکلیف کا احساس ہوا وہ حامد، روشانہ اور زیاد کے درمیان فٹ بال بن کر رہ گئی تھی۔ اگر روشانہ کی نہ مانتی تو حامد کا ہوا سر پہ کھڑا تھا اگر زیاد کی نہ مانتی تو اس کا سخت رویہ امتحان لینے کھڑا ہو جاتا۔ ان تینوں کو صرف جیتنے سے مطلب تھا فٹ بال سے کوئی غرض نہ تھی۔ روشانہ نے اس کے لوٹنے پہ کہا تھا وہ زیاد سے نہ ڈرے بلکہ یہ بے عزتی اس بے عزتی کے مقابلے میں کچھ نہ تھی جو حامد کے تصویریں دکھانے کے بعد ہوتی اسے زیاد سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا اس نے مناحل کے انکار کو انا کا مسئلہ سمجھ لیا تھا جانے وہ اس کا کیا حشر کرتا اس کا یہ غصیلا روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا اگر وہ زیاد کی بات مان کر رخصتی کے لیے تیار ہو جاتی تو حامد اور روشانہ اسے بدنامی کی گہری کھائی میں پھینک دیتے۔

آخر وہ کرے تو کرے کیا۔ سب اسے کیوں آزمانے پہ تلے ہوئے تھے ایک کے بعد ایک آفت شروع تھی امجد چاچا کی موت کے بعد پے در پے صدمات کا سلسلہ شروع تھا جانے قدرت ہر بار ایک نیا امتحان اس سے لینے کیوں تیار ہو جاتی تھی اب اس کا دل اندر سے بالکل کمزور ہو چکا تھا بلکہ اب تو وہ خشوع و خضوع سے اپنی موت کی دعا مانگنے لگی تھی کئی دفعہ اس کا دل چاہا وہ خودکشی کر لے پر اتنی ہمت کہاں سے لاتی۔

زیاد آج گھر پہ ہی موجود تھا اپنے کمرے میں بستر پہ دراز وہ اندھیرے میں پڑا تھا اس کے لیے مناحل کا موجودہ رویہ تکلیف و حیرانی کا باعث بنا ہوا تھا وہ بے حد پریشان اور الجھی دل گرفتہ سی لگ رہی تھی نہ جانے ایسی کون سی بات تھی جو وہ یوں خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ اس نے بے دھڑک روشانہ سے شادی کرنے کا کہا تھا۔ اور روشانہ نے بھی اسے مناحل کے متعلق مس گائیڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔ مناحل نے اپنے خوف کا اظہار کیا تھا۔ آخر ان ساری ذلتوں کے سرے کہاں جا کر ملتے تھے۔ اسے نرمی سے پیار سے مناحل کی پریشانی اور انکار کا سبب معلوم کرنا چاہیے تھا اس نے اسے اپنا مضبوط سہارا کہا تھا۔ کم از کم اسے قوت برداشت سے کام لینا چاہیے تھا۔ بے چاری کمزور دل تھی مناحل کے ساتھ اسے یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسے اپنے سخت رویے پہ پشیمانی ہو رہی تھی۔ ادھر مما نے کہا تھا کہ عباس روشانہ میں دلچسپی لے رہا ہے وہ اس کا پروپوزل لے کر جلدی ہی جائیں گی۔ پر عباس نے پہلے ہی روشانہ سے بات کر ڈالی اس کے انکشاف پہ روشانہ حق دق بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔

"عباس پلیز خاموش ہو جاؤ۔"

"مگر روشانہ میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا ہے تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے سیدھا راستہ اختیار کیا ہے۔"

"عباس تم نہیں جانتے میں کسی اور کو چاہتی ہوں شروع سے ہی۔ اب کسی اور کا تصور بھی میرے لیے محال ہے۔"

"کون ہے وہ۔" عباس اسے بے یقینی و دکھ سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہے کوئی تم بھی اسے جانتے ہو۔" وہ واپسی کے لیے اٹھا تو اس کے وجود سے سب سرخوشی اور ترنگ کی کیفیت معدوم ہو چکی تھی جو آتے ہوئے اس کی ہمسفر تھی۔

* * *

زیاد اسے بٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

روشانہ کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی گویا اسے اپنی جیت کا پورا یقین تھا۔ دس منٹ کے بعد زیاد آ گیا۔ ابھی ابھی شاور لے کر کپڑے بدل کر آیا تھا۔ سفید کرتے شلوار میں ملبوس غسل کی تازگی سے نکھرا خوشبو میں بسا وہ اس کے سامنے تھا۔ روشانہ نے اسے اپنی نظر ہی نہ لگ جانے کے ڈر سے نگاہ بھر کر نہیں دیکھا ہاں اب دور نہیں تھا جب اس ــ مکمل و مضبوط مرد پہ اس کا اختیار اور قبضہ ہوگا۔

"ان مضبوط بانہوں میں سمٹ جانے کے خواب تو میرے ہیں منائل کہاں درمیان میں آ گئی ہے زیاد تو میرے ساتھ جچ سکتا ہے بھلا وہ لڑکی زیاد کے ساتھ کہاں سوٹ کرے گی لوزر مس فٹ۔" وہ اسے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی کہ زیاد کے ٹوکنے پہ وہ ہڑبڑا گئی۔

"مجھے منائل کے بارے میں بہت ہی اہم باتیں کرنی ہیں یہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔"

پھر وہ بغیر رکے بولتی گئی۔ زیاد کے چہرے کی رنگت بار بار بدل رہی تھی۔ مارے غصے کے اس نے سختی سے اپنے ہونٹ چبا لیے بار بار وہ مٹھیاں کھول بند کر رہا تھا۔ اتنی بڑی بڑی باتیں ہو گئی تھیں اور اسے علم نہ ہوا تھا۔

روشانہ جی ترنگ میں ڈرائیو کرتی واپس آئی تھی اسے اب بہت جلد کامیابی کی خبر ملنے والی تھی اس نے اپنی پسندیدگی فی الحال زیاد پہ عیاں نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا جب منائل والے واقعے کی گرد بیٹھ جائے گی تو تب وہ محبت کا اظہار کرے گی۔ وہ بھی منائل سے نفرت کی انتہا پہ کھڑا ہوگا جھٹ اس کا دامن تھام لے گا۔

* * *

"ممّا منائل اپنے کمرے میں نہیں ہے۔" حواس باختہ شہلا فاخرہ کے کمرے میں داخل ہوئی پریشان تو وہ بھی ہوئیں مگر اظہار نہیں کیا بلکہ عام سے انداز میں بولیں۔

"یہیں گھر میں ہوگی۔"

"وہ گھر میں نہیں ہے میں نے سب جگہ دیکھ لیا ہے۔" وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ فاخرہ خود گئیں نئے سرے سے اسے گھر بھر میں تلاش کیا گیا اب تو تلاش میں روشانہ بھی شامل تھی۔ دل میں خوش بظاہر متفکر نظر آ رہی تھی۔

"شاید کسی دوست کے گھر گئی ہو۔" اس نے ایک نئی راہ دکھائی۔ منائل کی کوئی خاص دوست نہیں تھی جو تھیں ان سے معلوم کیا گیا پر ہر جگہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ابراہیم سمیت سب پریشان تھے۔ صبح سے شام ہو گئی بھاگ دوڑ کرتے مگر اس کی تلاش بار آور نہ ہو سکی۔ ابراہیم کی قوت جواب دے گئی۔

"میں زیاد سے بات کرتا ہوں۔" آدھے گھنٹے بعد زیاد بھی منائل کی گمشدگی سے آگاہ ہو چکا تھا اور وہ بھی اسی پریشانی سے دوچار تھا جس سے سب گھر والے تھے مگر اس کی پریشانی دوسری نوعیت کی تھی۔ فاخرہ کے گھر میں اب منائل کے بارے میں منفی تاثر ابھرنا شروع ہو چکا تھا اور یہ تاثرات ابھارنے میں روشانہ پیش پیش تھی۔

"دیکھیں زیاد پہلے تو وہ شادی سے انکار کرتی رہی پھر گھر سے ہی غائب ہو گئی۔ بات بالکل صاف ہے اس کی کمٹمنٹ کہیں اور تھی۔" اس نے قصداً طلحہ کا نام نہیں لیا۔

"جب اسے موقع ملا تو اس نے مس نہیں کیا۔"

زیاد نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ باقی سب دم بخود تھے ابراہیم اور فاخرہ کے ذہن میں فوراً طلحہ اور منائل کا تعلق اب واضح ہوا تھا۔

"روشانہ میں منائل کے متعلق تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں ایسے کرو شام تین بجے تم کیفے ڈی لکس آ جاؤ۔" جاتے جاتے وہ روشانہ کے پاس رکا اور آہستہ سے بولا۔

"میں آ جاؤں گی۔" اس نے اثبات میں جواب دیا۔

اس نے اپنا سب سے بہترین لباس زیب تن کیا اس کا تو جیسے انگ انگ جھوم رہا تھا ایک آسودہ سی حالت میں وہ کیفے ڈی لکس پہنچی تو زیاد کو پہلے سے اپنا منتظر پا کر اس کے دل کی کلی کھل سی گئی۔ زیاد بہت

جیسا تھا فورا" بغیر کسی شبہے کے شروع ہو گیا۔

"یہ ملک حامد والا چکر کب سے چل رہا ہے۔" وہ پہلے ہی سوال پہ سنبھل گئی چونکہ اسے معلوم تھا حامد کی بھتیجی تھی منازع کے سسرال والوں سے چھپائی گئی ہے اس مشکل کی گھڑی سے نکلنے کا بہترین موقع تھا۔

"حامد کے ساتھ اس کا الجھنا شمر آنے سے پہلے کا ہے۔ اس لیے تو خالہ فاطمہ نے اسے ہمارے پاس بھجوا دیا کہ ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔" وہ فرانے کے ساتھ جھوٹ بول رہی تھی۔ زیاد ساتھ ساتھ اہم نکات اپنے ذہن میں نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو ابراہیم انکل اور فاطمہ آنٹی سے اس معاملے میں باز پرس کر سکتا تھا کہ اسے منازع کے معاملے سے لاتعلق رکھا گیا ہے۔ زیاد قصدا" خاموش تھا۔

* * *

"مجھے لگا زیاد بھائی کا تو نکاح ہو چکا ہے تم سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔" عباس ٹوٹی ٹوٹی آواز میں بولا۔

"میں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں یا نہیں تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ رہی منازع تو وہ دس روز سے مسلسل غائب ہے ابھی تک اس کا پتہ نہیں چلا ہے اور وہ واپس آئے گی بھی نہیں اگر آ بھی گئی تو کیا زیاد اسے قبول کرے گا ہرگز نہیں بھلا وہ اس جیسی آوارہ لڑکی کو کیسے قبول کر سکتا ہے جو اپنے چاچا اور اماں کی موت کا سبب بھی ہے۔ زیاد کے دل میں جگہ بنانا مشکل نہیں ہے میں خوب صورت پڑھی لکھی صاحب جائیداد ہوں آخر مجھ میں کیا کمی ہے میں منازع سے ہزار درجے بہتر ہوں۔"

وہ بڑے غرور سے بولی تو عباس کے دل کے نہاں خانوں میں روشانہ کا عقیدت سے سجا بت چکنا چور ہو گیا وہ روشانہ کو کیا سمجھتا رہا تھا اور وہ کیا نکلی تھی اس نے شکر کیا کہ اس نے پہلے روشانہ سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ تکبر و خود غرضی سے بھری روشانہ ہرگز اس کا خواب نہ تھی۔ منازع کے لیے اس کے لہجے میں جو نفرت تھی وہ عباس کو بالکل اچھی نہیں لگی وہ پہلے ہی اس کی گمشدگی سے افسردہ تھا۔ روشانہ سے ہونے والی گفتگو نے اس کے ذہن کو ایک نئے رخ پہ ڈال دیا تھا۔

* * *

"حامد صاحب اب آپ خوش ہو جائیں کہ میں نے آپ کے راستے کا کانٹا ہٹا دیا ہے کیا مجھے منازع کی وہ فوٹو مل سکتی ہیں۔" اس کی آواز ایئر پیس کے راستے حامد کے کانوں میں اتری۔

"ہاں آج ہی وہ ویڈیو اور تصویریں لے جائیں۔" اس کا جواب بڑا مختصر تھا۔ کل ہی واپس آیا تھا ملک صاحب ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کے گھر جا چکے تھے۔ یہاں آ کر اسے روشانہ سے صورت حال کا علم ہوا تو وہ غصے سے پاگل ہو کر رہ گیا اسے بے چینی سے روشانہ کی آمد کا انتظار تھا۔ جب وہ آئی تو حامد کمر پہ ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔

"پلیز مجھے جلدی سے منازع کی وہ تصویریں دے دیں تاکہ میں زیاد کو دکھا سکوں وہ یہ نہ سمجھے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"بدتمیز تو نے کیا کر دیا ہے میری ساری محنت برباد کر دی منازع کو اپنے مفاد کے لیے اس قدر خوفزدہ کر دیا کہ وہ گھر ہی چھوڑ گئی اب جانے وہ کہاں ہو گی۔" حامد نے اس کے سر کے بال پوری قوت سے کھینچ لیے صورت حال اتنی تیزی سے تبدیل ہوئی کہ روشانہ کو کچھ سوچنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اے ایس پی زیاد علی کے ساتھ منازع کے نکاح کے بعد ہمیں بہت محتاط رہنا ہو گا کوئی عملی قدم اٹھانے کے بجائے صرف اسے خوفزدہ کر کے ہی مطلوبہ نتائج حاصل کرنے ہوں گے مگر تم نے تو... خیر منازع نہ سہی تم ہی سہی ہو تو اسی کی کزن نسل کی جلن مٹانے کا سہارا ابھی تم ہی!!!!"

"نہیں نہیں۔" وہ پوری قوت سے چیخی۔

"اب ایسی ہی شاہکار تصویریں تمہاری بنیں گی تم کسی کو اپنے لٹنے کی کہانی بھی نہیں سنا سکو گی۔" وہ مکروہ مسکراہٹ سجائے اس کی طرف بڑھا۔ روشانہ کی اپنی

اس پہ الٹ گئی تھی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ جب ملک کے بنگلے سے نکلی تو اپنی سب سے قیمتی متاع گنوا چکی تھی۔

حامد اسی شام گرفتار ہو گیا۔ اس پہ روشانہ کے اغوا اور لڑکیوں کو بلیک میل کرنے کا الزام تھا۔ روشانہ نے وہاں سے آنے کے فوراً بعد شاک کی اسی حالت میں فوراً زیاد سے رابطہ کیا تھا اور سب کچھ بتا دیا۔ زیاد نے اسی وقت با اثر افسران سے بات کر کے اس کی گرفتاری کے وارنٹ حاصل کیے۔ اب وہ پولیس کسٹڈی میں تھا۔

"تم پہ بہت سے مقدمے بنیں گے جن میں ایک مقدمہ متاع کی والدہ کے قتل کا بھی ہو گا دوسرا مقدمہ روشانہ سے متعلق ہو گا تیسرا مقدمہ۔ بلیک میلنگ کا اس کے ساتھ وہ مقدمات اور بھی ہیں ان سے تم بچ نہیں سکے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا تم نے اس بے گناہ عورت کو قتل کیوں کیا صرف اس لیے کہ اس نے تم لوگوں کو اپنی جائیداد حاصل کرنے کے لیے کیس کی دھمکی دی اس نے اپنی بیٹی کو تمہاری دھمکیوں کے باوجود تمہارے آگے پیش نہیں کیا اسے تم سے بچا کر بھیج دیا۔ تم جیسے بگڑے لوگوں کو سنوارنا مجھے خوب آتا ہے۔ اب سیدھی طرح بتاؤ متاع کہاں ہے۔"

حامد نے لاعلمی کا اظہار کیا تو زیاد نے اسے جلاد صورت انسپکٹر کے حوالے کر دیا۔ زیاد نے حامد کو گرفتار کرنے کے فوراً بعد بلیک میلنگ کا تمام مواد اپنے ہاتھوں سے ضائع کر دیا تھا۔ اس کے پاس ٹھوس شواہد تھے اب حامد مرتے دم تک باہر آتا مشکل تھا۔ اسے متاع کے بارے میں پریشانی تھی جانے حامد نے اسے کہاں چھپا رکھا تھا۔

ابراہیم اور فاخرہ کے گھر والوں پہ قیامت ٹوٹ پڑی تھی ان کی اولاد ان کے لیے ایسا بد نما دھبا بن جائے گی اس کا تصور بھی انہوں نے نہیں کیا تھا۔ زیاد نے انہیں یقین دلایا تھا کہ روشانہ کا نام کہیں نہیں آئے گا وہ ان کے دکھ کا احساس پوری طرح کر رہا تھا۔ اسماعیل تو روشانہ کو جان سے مارنے پہ اتر آیا تھا ارشہ فاخرہ نے اسے لعنت ملامت کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہی نہیں ہے کہ تم میری بہن ہو خود غرض و بے حس اور خود ستائی کی ماری ہوئی۔ تم زیاد کی محبت حاصل کرنے کے لیے اتنی پستی میں اتر گئیں محبت تو قربانی اور ایثار کا نام ہے۔ تم نے تو محبت حاصل کرنے کے نام پہ خود غرضی کا کاروبار کیا ہے حسد نے تمہاری عقل تک چھین لی۔ تم نے متاع کو گھر چھوڑنے پہ مجبور کیا وہ کس لاچاری کے عالم میں گھر سے گئی ہو گی اس کی آہوں نے ہی تمہیں یہ دن دکھایا ہے تم ذلت کے گڑھے میں گر گئی ہو۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سن رہی تھی ارشہ کی کسی بات کا جواب بھی اس کے پاس نہیں تھا۔

اتفاق سے اس روز شملا نے روشانہ اور متاع کی تمام باتیں سن لی تھیں۔ اسے روشانہ کی سنگدلی خود غرضی اور بے حسی پہ بہت غصہ آیا تھا ساتھ متاع کی بے بسی و بے چارگی پہ ترس بھی آیا۔ اس نے متاع کو راضی کر لیا تھا کہ وہ فی الحال فوری طور پہ منظر سے غائب ہو جائے۔ اس نے اپنے کزن خالد اور اس کی بیوی کو اسی وقت فون کیا اور متاع راتوں رات لاہور پہنچ گئی۔ اس بات کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو سکی۔ شملا کو ڈر تھا کہیں بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے مگر اب جب سب کچھ سامنے آ چکا تھا تو اس نے زیاد اور اس کے گھر والوں کو متاع کی موجودگی اور تمام واقعات سے آگاہ کر دیا۔ یہاں تو خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی تھی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے مختلف ناول

- دل پھولوں کی بستی ——— [illegible] ——— [illegible]
- [illegible] ——— [illegible] ——— [illegible]
- [illegible] ——— [illegible] ——— [illegible]
- [illegible] ——— [illegible] ——— [illegible]
- [illegible] ——— [illegible] ——— [illegible]
- [illegible] ——— [illegible]

خوبصورت سرورق، آفسٹ پیپر، خوبصورت چھپائی، مضبوط جلد

شائع ہو گئے ہیں

منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

اور پایہ فوراً" متاع کو لانے کے لیے تیار ہو گئے پر زیاد نے منع کر دیا جانے اس کے دل میں کیا تھا۔ اسماعیل اپنی بیوی کا شکر گزار تھا جس نے متاع جیسی بے سہارا لڑکی کی کڑے وقت میں مدد کی تھی۔

* * *

خالد نے ایئرکنڈیشنڈ فرسٹ کلاس کوپے میں متاع کے لیے سیٹ بک کروائی تاکہ وہ آرام سے سفر کرے۔ وہاں بٹھانے کے بعد چلے گئے۔ متاع دل ہی دل میں ان کی ممنون تھی کہ انہوں نے اس مشکل گھڑی میں ہر طرح سے اس کی دلجوئی کرنے کی کوششیں کی تھیں اسے کہیں بھی بیگانگی کا احساس تک نہ ہوا تھا۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ گاڑی اب چلنے کی تیاری میں تھی پر اس کے سامنے والی سیٹ ابھی تک خالی تھی۔ اب وہ تھی اور اس کی لاتناہی سوچیں۔ اچانک اس کے خیالات کو بریک لگ گئے سامنے والی سیٹ کا مسافر آ چکا تھا اور یہ کوئی اور نہیں زیاد تھا وہ بہت تیزی سے اٹھی۔

"اپنے آپ کو زیر حراست سمجھیں" زیاد کا لہجہ سرد اور خشک تھا۔ متاع جو سمجھ رہی تھی اب اس کے دکھوں کے دن تمام ہو گئے ہیں اس ناگہانی پہ بیٹھے کی طرح بکھر گئی۔ آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ آئے۔

"میں نے آخر کیا کیا ہے میرا جرم کیا ہے میں خود کو زیر حراست سمجھوں کیا آپ کے پاس میرے جرم کا ثبوت و وارنٹ ہے۔" ہچکیاں لیتے ہوئے وہ بہت اداس و اکیلی لگ رہی تھی۔

"آہستہ آہستہ ایک سانس میں اتنے سوال ان سب کا ایک ہی جواب ہے آپ کے جرم کا جیتا جاگتا ثبوت میں خود ہوں رہا وارنٹ تو وہ نکاح نامے کی صورت میں میرے پاس محفوظ ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں مسکرایا۔

"متاع آپ مجھ پہ اعتبار کر کے صرف ایک بار مجھے سب کچھ بتا دیتیں تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ پہلی فرصت میں انکار کر دیا کہ میں رنگین مزاج ہوں اس فرزانہ نے تو آپ سے سچ اگلوانے کے لیے آپ کو خوفزدہ کیا تھا اور آپ سچ سمجھ بیٹھیں۔ خواہ مخواہ اتنے دکھ اٹھائے ساتھ میں مجھے بھی بے آرام کیا ان دنوں میں میں اتنا پریشان رہا ہوں کہ اتنا اپنی عمر کے ستائیس سالوں میں بھی نہیں ہوا ہوں۔ اب بھی اگر شملہ بھابھی نہ بتاتیں تو میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا۔"

کیا یہ سب سچ تھا متاع کو اپنی سماعتوں پہ شک ہونے لگی۔

رات گہری ہو رہی تھی ساتھ خنکی بڑھ رہی تھی متاع نے پہلی بار پرروشن مسکراہٹ سے زیاد کی طرف دیکھا اسے یقین تھا یہ مہربان صورت شخص اس کے سارے دکھ سمیٹ لے گا۔ اسے روشانہ کے بارے میں سوچ کر دکھ ہوا بھلا اس کے ہاتھ کیا آیا۔ سازشی و ناکامی اور بدنامی حسد کرنے والے صرف اپنی ذات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسے مخلص لڑکے کو روشانہ نے خود ٹھکرایا تھا زیاد کو دل سے چھیننا چاہا تھا پر اپنی عزت ہی گنوا بیٹھی سب کی نگاہوں سے گر گئی اب بھلا وہ کبھی سر بلند ہو سکتی؟ اپنی خود غرضی میں وہ اپنا نقصان بھی فراموش کر بیٹھی تھی۔

آہستہ آہستہ ان کی منزل قریب آتی جا رہی تھی متاع نے اپنے ہمسفر کی طرف دیکھا۔ زیاد آنکھیں کھولے دیکھ رہا تو وہ جھینپ سی گئی اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ ٹرین آہستہ آہستہ رک گئی۔ زیاد نے اپنا ہاتھ کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔ چند لمحے وہ ہچکچائی پھر اپنا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے دیا۔ ایک ایسے ہی سفر میں زیاد اس سے ٹکرایا تھا اس سفر میں اور اس سفر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پریشانی اور دکھ اس کے ہمراہ نہیں تھے۔ وہ بہت سکون سے اپنی منزل اپنی پناہ گاہ کی طرف جا رہی تھی اس راستے میں اب کوئی خوف نہیں تھا۔